UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188862
UNIVERSAL
LIBRARY

سیروا فی الارض

نامہ

سید علی امیر البحر ترکی

جس نے

سنہ ۱۵۵۳ء سے سنہ ۱۵۵۶ء تک

ہندوستان۔ افغانستان۔ وسط ایشیا۔ اور ایران میں سیاحت کی

ترکی زبان سے پروفیسر ویمبری نے اسے مع حواشی انگریزی میں ترجمہ کیا

اور

انگریزی سے اسے کارپردازان وطن نے اردو کا

جامہ پہنایا

مطبوعہ حمیدیہ پریس لاہور

طبع اول

قیمت ۸/

عرض حال

اس کتاب کی نسبت مجھے کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں اس کا مضمون نام سے ظاہر ہے سید علی کا زمانۂ سیاحت ترکی سلطنت کے عین عروج کا زمانہ تھا۔ اور جن ممالک کا اوس نے سفر کیا انمیں بھی اسلامی حکومت خوب رونق پر تھی۔ افسوس اب ان میں سے اکثر اقطاع کی نسبت کہنا پڑتا ہے کہ ؎

آن قدح بشکست و آن ساقی نماند

اس حسرت افزا نتیجہ کا بڑا سبب ہمارا سیروا فی الارض کے حکم ربانی سے اغماض کرنا ہے۔ اور اگر ہم پھر کبھی ابھر سکتے ہیں تو دیگر احکام خداوندی کے دوش بدوش اس حکم کی بھی تعمیل کرنے سے۔ جبتک گھروں کی چار دیواری میں محدود ہ چاہ نکبت میں سرنگوں رہیں گے۔ خدا کرے کہ جسطرح کارخانہ وطن کے سلسلۂ اسلامی نے قوم میں کچھ تحریک پیدا کر دی ہے اسی طرح اسلامی ممالک کے سیاحان سلف وخلف کے سفرنامے بھی جنکا سلسلہ اب شروع کیا گیا ہے اصل مقصد کی تکمیل میں معاون ثابت ہوں۔ والیہ المستعان علیٰ ما تصفون وعلیہ التکلان

الملتمس

بندہ محمد انشاء اللہ عفی عنہ ایڈیٹر اخبار وطن

لاہور ۳ اپریل سنہ ۰۶ء

دیباچہ

ترکش امیر البحر سید علی رئیس کی تصنیف موسومہ مرأت الممالک کئی صورتوں
میں نہایت دلچسپ ہے۔ سب سے پہلے اس کے مصنف کی ذات بابرکات ہے۔

ہے کہ یہ کتاب مشرق میں مدت مدید سے مشہور ہے اور اس کا جرمن زبان میں ترجمہ [illegible]
فریڈرک وان ویٹر نے اپنی کتاب موسومہ میا تشرز آب ایشیا کی جلد دوم میں شائع
کیا ہے۔ پیچھے اس کا ترجمہ موریس صاحب نے فرانسیسی زبان میں کیا تھا جو ایشیاٹک
جرنل بنگال کے صفحات ۷۲ و ۴۹۲ اور جلد دوم کے صفحات ۴۹۴۔۱۱۲ پر شائع ہوا تھا۔
باوجود ان تمام باتوں کے ہمارے نیا ترجمہ کرنے کی وجوہات حسب ذیل ہیں۔
(۱) برلن اورینٹیلسٹ سفیر [illegible] دیہات ملکداری کے پاس مرأت الممالک
ایک دستی لکھی ہوئی کاپی [illegible] اور میرے پاس چھپی ہوئی
تھی جو قسطنطنیہ میں شائع ہوئی تھی۔ لہذا مشرقی دستی لکھی ہوئی کتاب
تھا، ۱۳۱۵ھ میں ڈاکٹر کی [illegible] شائع ہو چکے لیکر ہمنے ترکی زبان میں
لہذا اس کے ترجمہ کی اختلافات وغیرہ دور ہو سکتے ہیں (۲) مالا [illegible]

جسے کئی علوم وفنون میں کمال حاصل کیا ہوا تھا۔ یہ اپنے زمانہ کی اسلامی روشن خیالی کا سچا اور اعلےٰ نمونہ اور آفیشل اور ملٹری عہدہ داروں کا نائب تھا جب کہ رسوخ اور ہمت مردانہ سے عثمانی سلطنت کو جو تین براعظموں میں پھیلی ہوئی تھی وہ تزک واحتشام حاصل ہوا جو سلیمان اعظم کے عہد میں اس کو نصیب ہوا سید علی نامور خاندان سے تھا جس کا گلیٹا کے توپخانہ سے تعلق تھا۔ سمندر کیساتھ اوس کی محبت موروثی چلی آتی تھی۔ اور بقول ٹرکی ہیلبشر کے چونکہ سید علی فن جہازرانی میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ لہذا بحری مضامین کے متعلق اس کی تصنیف کو خاص فخر حاصل ہے۔

چونکہ عام تربیت میں اس کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ لہذا اپنے زمانہ کے مروجہ علوم یعنے ریاضی، علم ہیئت اور جغرافیہ میں کسی سے دوسرے درجہ پر نہ تھا اور نظم نثر اور عام علوم کی تمام فروعات سے مس رکھتا تھا۔ کبھی تو قلم اٹھا کر نظم لکھنے بیٹھ جاتا تھا اور کبھی مناظروں اور ان ایام کے اہم مسائل پہ دُر افشانی کرتا ہوا نظر آتا تھا۔

ان تمام باتوں کے علاوہ جنگی جوان تھا۔ سمندر کی لہروں کا مقابلہ کرنے میں جس طرح بے خوف وخطر تھا اوسی طرح پرتگالیوں کے ساتھ مڈبھیڑ میں شجیع اور تھا۔ حالانکہ اون کے جنگی سازوسامان بدرجہا بہتر تھے۔ مگر سب سے کا وصف یہ تھا کہ اپنے ملک کا سچا محب اور سلطنت عثمانیہ کی طاقت عقیدت مند تھا۔ جتنے کہ اس کو اس بات کا بڑا ناز تھا۔ اوس کے ہر مرز کے سلطنت عثمانیہ کے ساتھ ملحق ہونے میں ذرہ بھی وسوسہ لا، تمنا اور خواہش یہی تھی کہ اپنے بادشاہ کو دنیا پر حکومت کرتا نتا پھرتا تھا۔ روم ہمیشہ اوس کی نظر میں تھا۔ ترکش

یا ط... پیش یا تو ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس کو کیسی ہمت مردانہ اور حکمت ... ہو گا

نجد کے حملہ عنیزہ اور اسلامی حلقوں اور ضلاع میں جو کچھ اس نے دیکھا ... ابن بطوطا یا دیگر اسلامی سیاحوں کی معلومات اور تحاریر کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اوس کو اہل ہنود کے ساتھ بہت کم سابقہ پڑا۔ اور جن اضلاع سے اس کا گذر ہوا۔ اور جن حکمران بادشاہوں کے ساتھ اس کا برتاؤ ہوا وہ اسلامی دین کو پیرو اور معتقد تھے سلطان روم کی تعظیم و تکریم کا اس کے دل میں بے انداز خیال ہوتا۔ کسیقدر حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے کہ حتےٰ کہ یہ سلطان المعظم کو ہی جائز خلیفہ سمجھتا تھا۔ حالانکہ چند سال پہلے خلفا اسوقت عثمانی حکام کے زیر اقتدار ہو گئے تھے جب سلیم دوم نے تمن بیگ کو نیچا دکھایا تھا۔ یہ زیادہ تر حیرت کی بات ہے۔ کیونکہ ایشیائی اپنے پرانے اصول پر اسقدر قایم ہیں کہ خلافت کی نسبت ٹرکی کا دعوےٰ تا حال متنازع ہے۔

ٹرکی کی انتظامیہ اور مستقل طاقت جو پہلے عیسائی دنیا کے واسطے دہشتناک تھی ایشیا کے اسلامی ممالک اور ان کی کمزور حکومتوں پر اپنا اثر ڈالنے سے نہ رکی۔ اسوقت یہہ حکومتیں اندرونی جھگڑوں اور آپس کے خفیف جنگوں سے بالکل کمزور ہو گئی تہیں۔ حالانکہ سلاطین ٹرکی کو صرف روحانی فوق ہی حاصل نہ تھا۔ بلکہ جسمانی فضیلت بھی اوس کے حصے آئی تھی۔ ہمارے مصنف نے گورنمنٹ ہند اور مشرق کی جو تصویر کھینچی ہے یہہ بالیقین بہت افسوس دلانے والی ہے حکام کے مقابلہ پر خانہ جنگیاں اور بغاوتیں آئے دن ظہور میں آ رہی تہیں اور سڑکوں پر رہزنوں کے خوف سے روز روشن میں چلنا محال تھا۔ حتےٰ کہ ہمایوں کے عہد میں جس کی بہت بہاری تعریف و توصیف کیگئی ہے۔ مارے خوف کے دیگر ممالک کیساتھ آمدرفت مسدود تہی۔ اُن کے سب حکام عجیب و غریب دہوکے میں پڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ بخارا کے حاکم نے ایکدفعہ اپنے چیتہ پوش معاشوں کیطرف اشارہ کرکے دریافت کیا کہ "کیا سلطان روم کی فوج بعینہ ایسی نہیں" ہمایوں طہماسپ اور براق خاں ہمیشہ اپنے آپ کو سلطان سلیمان کے ساتھ مثابہت دیکر اپنے دل...

کو خوش کیا کرتے تھے۔

ٹرکش امیر البحر کے حالات میں ایک بات بیشک تعجب دلانے والی ہے۔ یہہ ایسے واقعات ہیں جن سے اسلامی ایشیا میں سلطان کی پولیسی کو واضح کرتا ہے ہمارا ہمیشہ یہی خیال تھا کہ ترکوں کو جب بہت بھاری عروج اور طاقت حاصل تھی اونہوں نے مشرق کے اسلامی ممالک سے بڑھکر مشرق کے عیسائی ممالک کیطرف عنان توجہ کو منعطف رکھا۔ اور اُن کی مہمات خالی فتوحات اور یورشوں پر محدود رہیں۔ حالانکہ اُن ایام میں جو وسایل اون کے پاس موجود تھے۔ اور جو وقار انہیں حاصل تھا۔ اوس کے زور سے ایشیا میں ایک زبردست حکومت بآسانی قایم کرسکتے تھے۔ یہہ طعن بے بنیاد یا بے معنی نہیں گو سلطان سلیم جو عثمانی حکام میں بہترین خیال کیا جاتا ہے۔ مشرق کیجانب متوجہ رہا جسکا ثبوت فارس اور مصر پر اوس کے متواتر حملوں سے ملتا ہے۔ مگر اوس کے مقدم جانشین جانب مغرب جنگ کرنے میں مصروف رہے۔ اور ایشیا (جہاں اجیر خان نثاروں کو نبھالنے والی کوئی بات نظر نہ آئی) کسی معینہ یا مستقل گورنمنٹ کے بغیر یونہی چھوڑ دیا گیا۔ مگر جیسا کہ اس تذکرہ میں ان سلاطین کی پولیسی کا سلسلہ یکے بعد دیگرے ظہور میں آیا ہے۔ ہم یہ دیکھکر قعر حیرت میں مستغرق ہوتے ہیں کہ یہ ایسے کوتاہ نظر نہیں تھے جیسے کہ ہم اُن کو سمجھا کرتے تھے۔ بلکہ وقتاً فوقتاً ترقی اور عظمت کی باتیں اُن کے دماغوں سے نکلتی رہیں۔

میں اپنی پہلی تصانیف[1] میں سے ایک میں میں بیان کرچکا ہوں کہ سلطان احمد دوم نے جسکو جنگ میں بہت کامیابی نہیں ہوئی تھی حکام ازدی اوکسس (آمو) کے ساتھ عہد و پیمان کرلیا تھا۔ اور ان کے ساتھ ملکر شیعہ دنیا کو تباہ کرنے کا عہد کیا تھا جو سنی دنیا کے جسم میں گھسی ہوئی تھی۔ سلطان سلیمان اس سے بہت بڑھ گیا جسنے تمام اسلامی مشرق کو مفتوح کرنے کی ٹھانی۔ لہذا اوس نے بحر عرب اور بحر فارس میں حکمت عملیاں شروع کیں اور گجرات میں قدم جمانے کے واسطے پرتگالیوں سے ہرمز مسخر کرنے کے والیس ہوا۔ اگر اس کو اس تجویز میں کامیابی ہوتی۔ تو یہ بلاشبہ بابر کے جانشینوں کی ترقی پذیر طاقت کو توڑ پھوڑ کر ہندوستان کا خود مختار حاکم

[1] ومبری صاحب کی تصنیف مشاہدہ تجارب جلد دوم صفحہ ۱۲۴۔

ہو جاتا۔ اگر سلیمان اپنے جان نثاروں کی جمعیت کے ساتھ ہنگری اور آسٹریلیا پر یورش کرنیکے بجائے ہندوستان کو فتح کرنے کے درپئے ہوتا تو اوس کی کوششیں ڈینوب کے صوبجات سے بڑھکر اسجابت زیادہ ثمرہ آور ہوتیں۔ کیونکہ ایک زبردست فاتح بیڑہ اوس کے پاس موجود تھا۔ حالانکہ بابر کی اولاد اس سے بالکل محروم تھی۔ اُس کا رسوخ عرب مصر بلکہ تمام دنیائے اسلام میں بہت بھاری اور بے عدیل تھا۔ اور ایشیائی بہادروں کے ایک مختصر دستہ کیساتھ دشمنوں کے بیڑوں کو مغلوب کرنا اوس کے نزدیک محض بچوں کا کھیل تھا۔ عثمانی حکام ہندوستان کے حاکم ہوکر اپنے مقدم جانشینوں سے بڑھکر کارنامے کرتے۔ اور کون شخص کہہ سکتا ہے کہ ایسی حالتوں میں ایشیا کی قسمت کیا ہوتی اور کیا نہوتی۔

ہندوستان کے ساتھ ہی سلیمان نے اپنی عنان توجہ اوکسس کے ممالک کی طرف پھیری۔ اور تین سو جان نثار جوان براق خان کی ملٹری افواج کو تقویت پہنچانے کے واسطے بخارا کو بھیجے۔ تاکہ اسکو اپنے رقیبوں پر فضیلت حاصل ہو۔ ان عثمانی سپاہیوں کو باسفرس کے ساحلوں سے زرفشانی کے دور کناروں تک کسی حیلہ سے پہنچانے کے واسطے خاص حکمت عملی درکار تھی۔ شاہ فارس کے شبہات کو دور کرنے کے واسطے بیان کیا گیا تھا کہ ترک سپاہیوں سے کوہ قاف۔ بحر کسپین اور قریمیہ کے لمبے سفر میں شیخ عبداللطیف بابر کی حفاظت کا کام لیا جاتا ہے۔ مگر درپردہ کچھ اور ہی مطلوب تھا۔ سید علی کے تذکرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ترکوں نے براق خان کی ملازمت اختیار کرلی۔ اس کی لڑائیوں میں شامل رہے۔ اور جبتک ان کو اپنی کوششوں کی تقویت ثابت نہوئی۔ انہوں نے اس کا ساتھ نہ چھوڑا۔ جب براق خان کی آنکھیں کھل گئیں۔ اوس نے ظاہر کیا کہ میں سلطان کے ساتھ وعدہ وفا نہ کرنے کے باعث نادم ہوں۔ یہ تمام باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ سلطنت عثمانیہ اور اس کے مابین کوئی خفیہ قرار داد تھی۔

سلطنت عثمانیہ کو جیسے یورپ کی ڈیوڑھی پر قدم جمالئے تھے۔ بحر اسود کی ساحل سے لیکر چین کی حدود کے مابین بہت کچھ کرنا باقی تھا۔ کوہ قاف (یعنی مغربی کوہ قاف) کے لوگ ابھی اسلام کے جھنڈے میں نہیں لائے گئے تھے۔ اور سترہویں صدی تک لیا ہی

جبکہ فرخ پاشا سرکش لوگوں کو دین اسلام میں لانے کے واسطے بھیجا گیا تھا۔ ابھی تو غزیر کافر تھے۔ ورنہ بخارا میں ہمارے سیاح یہ نہ سنتے کہ قرغیزیوں نے مسلمانوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا۔ بیشک مسلمان مورخوں نے کوہ قاف اور وسطی ایشیا کے لوگوں کا ہجری کی پہلی صدی میں دین اسلام میں آنا بیان کیا ہے۔ مگر یہ صرف شہریوں اور آباد باشندوں کا بلکہ اون کی بھی بہت تھوڑی تعداد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ خانہ بدوش اور بلٹری فرقے بہت پیچھے اسلام میں لائے گئے تھے۔ بلکہ اگر بنظر امعان دیکھا جائے تو آجتک صرف برائے نام مسلمان ہیں۔

اقصائے مشرق میں سلطنت عثمانیہ کے پچھلے وقتوں میں بھی سنیوں کے ساتھ عجیب و غریب برتاؤ کرنے کی بہت شہادت ملتی ہے ہر صدی کے قریبًا وسط میں سلطان عبدالمجید خاں نے زمانہ حال کی تعلیم و ترتیب کے کچھ جوان باقاعدہ فوج قائم کرنے کے واسطے خان بخارا کو بھیجے۔ اسی طرح کی مدد مشرقی ترکستان کے حاکم اتالیق غازی یعنی یعقوب خوش بیگی کے پاس بھیجی گئی تھی جس نے چینیوں کو اپنے ملک سے نکال کر کاشغر میں بادشاہت کی بنیاد ڈالی۔ مگر ان دونوں صورتوں میں کوشش ناکام ہوئی۔ ایشیائی لوگوں کے دلوں میں پرانے خیالات اسقدر نقش کالحجر تھے کہ زمانہ حال کے جنگی خیالات اون کو مغلوب نہ کرسکے۔ اور جو مسلمان اس سفارت پر بھیجے گئے تھے بے نیل مرام واپس آئے۔

سید علی کی سیاحتوں کے نوٹ اسی قسم کے ہیں جن سے سولھویں صدی میں ایشیائی مسلمانوں کی شبیہ کا خاکہ بآسانی کھیچ سکتا ہے اس کی طرز تحریر اور زبان کا یہ حال ہے کہ یہ نثر کی نسبت نظم میں بآسانی اپنا مدعا ظاہر کرسکتا ہے۔ کیونکہ اوس کی نثر عمومًا سمجھ میں نہیں آتی۔ اوس کی زبان سے وسطی ایشیا میں اس کی رہائش کے سالوں کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ اوس نے ایسے الفاظ و عبارت استعمال کی ہے۔ جو اس کے زمانہ کے عثمانی لٹریچر میں مروج نہیں ہے۔ اور مغربی ترک اسے بالکل ناآشنا ہیں۔

ترجمہ ذیل میں مجھے اورینٹلسٹ کو اپنے مجلس میں اسقدر امداد دینا مدنظر نہیں اسقدر کہ جغرافیہ والوں اور النسانی النسلوں کے عالموں کی اعانت کرنا مطلوب ہے لہذا میں نے تمام دلچسپی دار حاشیوں نتیجوں بیتراد فوں اور غیرضروری باتوں کو بالائے طاق

کر کے اس کو قابل فہم نسخہ بنا دیا ہے۔ اور اصل کتاب میں جو نظمیں ہیں ان کو بھی میں نے چھوڑ دیا ہے جو زیادہ تر چغتائی زبان میں ہیں جنہیں کوئی دلچسپی نہیں اور مضمون مشرقی استعارات سے پُر ہیں۔ اور ان مقامات اور لوگوں کے ساتھ کوئی سروکار نہیں جن کا تذکرہ مد نظر ہے۔

اے وِمبری

ٹرکش پبلشر کا دیباچہ

جب سال ۹۴۵ ہجری (۱۵۳۸ء) میں سلطان سلیمان بغداد میں تھا اوس کے دربار میں ایک شخص مانی ولد مقاس اوغلی میر رشید حاکم بصرہ کا آیا۔ یہ بہت معقول نذر یعنی شہر کی کنجیاں پیش کرنا چاہتا تھا اور سلطان نے بتوجہ خسروانہ بہت تعظیم و تکریم کی سنہ ۹۴۳ ہجری[1] (۱۵۳۶ء) میں خادم سلیمان پاشا بیلر بے مصر نے بحری اور بری معرکوں میں بڑا نام پیدا کیا۔ اور یمن اور عدن کی فتح کے واسطے سویز میں ایک بحری بیڑا تیار کیا۔ اور جب شاہی فوج میں شریک ہونے کے واسطے مدعو کیا گیا۔ وہ اس کے ساتھ بغداد کی مہمات میں شریک ہوا سو ہاں اس کی حسن خدمت کے صلہ میں اوس کو وزارت کا عہدہ عطا کیا گیا اور مہم مذکور کے سر ہونے پر اپنے پہلی ہی منصب پر بحال کیا گیا تہا۔ قریباً اسی وقت ہمایوں شاہ نے جو بابر کے خاندان سے تھا۔ اور اس نے ہندوستان میں بہت فتوحات حاصل کر کے اوس کے کئی اضلاع اپنی سلطنت میں شامل کر لئے تھے۔ گجرات کے حاکم بہادر شاہ کے مقابلہ کے واسطے کوچ کیا۔ اور یہہ سلطان سلیمان کی خدمت میں بہت قیمتی تحائف بھیجکر اوس کی شاہی حفاظت کے واسطے ملتجی ہوا جس وقت یہہ سفیر مقام اوڈریانوپل دربار میں حاضر ہوا پرتگالیوں نے ہمایوں اور بہادر شاہ کے مابین جنگ سے موقع پاکر بندر دیو واقع گجرات پر قبضہ کر لیا۔ سلیمان پاشا نے یہہ خبر سنتے ہی ۱۵ محرم سنہ ۹۴۵ ہجری (۱۵۳۸ء) کو اسی جہازوں کے زبردست بیڑے کے ساتھ کوچ کیا۔ عدن کے حاکم امیر بن داؤد نے اس زبردست طاقت کے رعب میں آکر بادشاہ کے ظل عافیت میں آنے کے واسطے التجا کی۔ اسطرح عدن کا مضبوط قلعہ کئی معرکوں کے بغیر سلطنت عثمانیہ کے ساتھ شامل کر لیا گیا۔ وہاں سے عثمانی بیڑہ گجرات کی جانب بڑھگیا اور دشمنوں پر فتحیاب ہوکر ان کے پرتگالیوں کے دو مستحکم قلعے کو کیلی اور کیت[2] مسخر کئے۔ پھر بیڑہ اندکو

[1] زیادہ تر صحیح سنہ ۹۴۲ھ (۱۵۳۵ء) ہے۔ خ

[2] انگریزی نقشہ پر کیتی بندر واقعہ گجرات درج کیا گیا ہے ÷

بندر دیو کی جانب گیا۔ اس اثناء میں بہادر شاہ فوت ہو گیا تھا۔ اور ملک احمد اس کا جانشین ہوا تھا۔ اور جب اس نے سنا کہ بیڑہ مذکور اس کی مدد کو آیا ہے۔ اور اس کو خوراک اور سامان جنگ بہم پہنچانا لازم ہے۔ ملک احمد نے پرتگالیوں کے چنگل میں آ کر مدد دینے سے انکار کر دیا۔ اور گو زبردست قلعہ کی بیرونی عمارات جن کی تین جانب سمندر تھا۔ پہلے ہی بہادر مسلمان ملاحوں کے قبضہ میں تھیں تاہم انکو چھوڑ دینگئی۔ اور بیڑے کو مجبوراً اٹھنا پڑا۔

مصر کی فتح کے بعد صوبجات یمن اور عربستان جو پہلے سرکیشین (مملوک) کے تابع تھے بلا امداد عثمانی لشکر ٹرکش حکومت کے زیر نگین لائے گئے۔ اور ان صوبجات کی حکومت ایک سرکیشین مسمی سکندر بے اور ایک ترک مسمی رمضان بے کے سپرد کیگئی تھی۔ اور رہ میں لبس کیگئی تہی۔ سلطنت کی تبدیلی کے بعد ایک سرکیشیا نے فوراً رومی جامہ پہن لیا اور رومی (یعنے مغربی ترک) کے ساتھ محاصرین[51] کا لقب اختیار کیا۔ اور حسب مرضی اپنی طاقت کو استعمال کرنے لگے حتےٰ کہ انہوں نے بیڑے کے کمانڈر سلیمان پاشا کا مقابلہ شروع کیا۔ اوس نے ان کی خیرہ چشمی سے مجبور ہو کر مسمی احمد ناخدا[52] کو اسیر کر کے مصطفےٰ بے ولد بیوک علی محمد پاشا سابق گورنر دیار بکر کو اوس کی جگہ پر مامور کر دیا تھا۔ اس طرح پھر ملک میں امن چین ہوا۔ ان ماقبل مہمات کو یادگار کے اور الحاق عرب کو مکمل کرنے کی نیت سے سلطان سلیمان نے یہ طریق اختیار کرنیکا فیصلہ کیا اور جزیرہ ہرمز کو مسخر اور پرتگالیوں سے انتقام لینے کی تجویز کی ؞

اس مہم کو سر کرنیکا کام مصری امیر البحر مسمی پیری بے کے سپرد کیا گیا۔ جس نے سال ۹۶۱ھ (مطابق ۱۵۵۳ء) میں تیس جہازوں کی جمعیت کے ساتھ سویز سے ہرمز کی جانب چڑھائی کی۔ اس نے فوراً محاصرہ کرنے کی تیاریاں کیں مگر جب اسکو معلوم ہوا کہ پرتگالیوں کی جمعیت لے بدر جہا بڑھکر ہے اوس نے اپنے بیڑہ کو بصرہ کی جانب روانہ کر دیا۔ اور خود تین جہازوں کے ساتھ سویز کو لوٹ گیا۔

---

[51] محاصرین کے لفظی معنی پژمردہ یا کمزور کے ہیں۔ پودہ کی بیخ کی نئی شاخ سے مراد لیجاتی ہے۔ سکندر بے اور دیگر اہل سرکیشیا جن کو عہدے ملگئے تھے اسی لقب سے ملقب ہوتے تھے ؞

[52] ناخدا کے لفظی معنے کپتان جہاز کے ہیں ؞

پیری بے کی اس حرکت سے اس کے مخالف سرکلوں میں مشہور ہو گیا کہ یہ رشوت لے کر اس کام کا مرتکب ہوا ہے۔ لہذا یہ ہلاک کرا یا گیا اور اس کی جگہ اس کتاب کے مصنف سیدی علی رئیس کو دی گئی۔ یہ کتاب مرآت الممالک سے سلسلہ کی تیسری جلد ۔ اقدام ۔ لائبریری میں چھپی ہے۔

ایک زمانہ میں عثمانی بحری و ملٹری افواج کے افسروں اور کمانڈروں میں تلوار کے شہزوروں کی طرح قلم کے دھنی اشخاص بھی ملتے تھے۔ سید علی ان نامور اشخاص کے زمرہ میں تھا۔ اور گو فن جہاز رانی اور اس کے متعلق علوم میں اس کو خاص فخر حاصل تھا۔ تاہم نظم و نثر میں بھی اپنے کئی ہم عصروں کو پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ یہ مصنوعی نام یہ کیا تھی۔ یاک تبی روم یعنے مصنف روم کے لقب سے مشہور تھا۔ سنہ ۹۶۰ھ دسمبر ۱۵۵۲ء میں حلب کیجانب مشرقی مہم پر سلطان سلیمان قانونی کے ساتھ گیا۔ سنہ ۹۶۱ھ دسمبر ۱۵۵۳ء میں مصری بیڑے کا امیر البحر مقرر کیا گیا تھا۔ اور اس بیڑہ کو بصرہ سے واپس لانے کے واسطے بھیجا گیا تھا جو پیری بے وہاں چھوڑ آیا تھا۔

یہ خشکی کی راہ سے منجانب گیا۔ لیکن جب بیڑے کو لیکر بصرہ سے روانہ ہوا تھا۔ پرتگالیوں میں جو ہمیشہ ان سرزمینوں میں فاتح رہے تھے۔ اس پر حملہ کیا۔ اس کی بدقسمتی سخت طوفان سے اور بھی بڑھ گئی تھی۔ جس نے اس کے کئی جہاز اڑا کر خشکی پر پھینک دیئے۔ اس طرح اس کی تمام تجاویز ملیامیٹ ہوئیں اور یہ بچے کھچے چند جہاز لیکر ساحل گجرات کو بھاگ گیا اور اپنے جہاز وہاں کے حاکم کی زیر نگرانی چھوڑ کر خشکی پر سندھ۔ پنجاب۔ افغانستان۔ ٹرانس آکسیانا، خراسان اور ایران اور فارس کے بیچ سے سفر اختیار کیا اور جہاں کہیں گیا مسلمان حکام اور بادشاہ وفاداری اور عقیدت مندی کے اظہار اس کے پیش کرتے رہے۔ اور آخر کار سال سنہ ۹۶۴ھ میں بغداد کی راہ قسطنطنیہ میں پہنچا۔ اس سیاحت کے چار سالوں کی حالات سید علی نے کتاب موسومہ مرآت الممالک میں قلمبند کئے ہیں اور جب یہ رسالہ اس نے سلطان کے پیش کیا اور سپرد کیا تو عنایات خسروانہ مبذول ہونے لگیں۔ پہلے اس کو اسی آقچہ روزانہ تنخواہ ملی۔ اور متفرقہ یعنے خاص سلطانی مشیر کا لقب ملا۔ اور اس کے تھوڑے عرصہ بعد تیمار دفتردار دیار بکر کے عہدہ پر ممتاز کیا گیا۔ یہ

۹۷۰ھ (۱۵۶۲ء) میں فوت ہوا۔ سیدی علی رئیس گلاٹیا کے توپخانہ شاہی کے افسر حسین رئیس کا بیٹا تھا۔ اس کا باپ اور دادا بھی ایسے ہی اسامی پر مامور تھے۔ لہذا سید علی اپنے زمانہ کے ایک نہایت ہی سربرآوردہ خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن چونکہ اس کو سمندر کے ساتھ خاص انس تھا۔ لہذا اس زمانہ کے مشہور و معروف جہازرانوں یعنے خیرالدین اور سنان پاشا کے ماتحت اسکو عظیم بحری مہمات میں شریک ہونے کا موقع ملتا رہا۔ اور اس نے ربع مجیب یا مقنطرات اور رباط[۱] کے استعمال اور دستکاریوں پر مرآت الکائنات کے نام سے پانچ رسالے لکھے۔ اور فن جہازرانی کے متعلق بھی ایک دلچسپ نمسلٹ لکھا۔ اور احمد آباد میں رہائش کے ایام میں اس نے ایک کتاب موسومہ "محیط" لکھی جسمیں خلیج عمان کے حالات درج ہیں اور دوانیاکو رئیس بیرن ہیمر نے اس کا ترجمہ جرمن زبان میں شایع کرایا تھا۔ اور اصل ترکی زبان میں بھی عنقریب شائع ہونیوالی ہے۔

مرآت الممالک تاحال تمام و کمال شائع نہیں ہوئی۔ اور اس کی جو مختصر کاپیاں غال غال ملتی ہیں یہ تاحال علم درست عوام الناس کے پاس نہیں پہنچیں۔ یہاں جو حصہ پیش کیا جاتا ہے اسپر جرمنی کے اخبارات میں بعنوان "د انڈیا ایشیاٹک کمپنی" بخوبی بحث کیگئی ہے جو کاپی مجھے استعمال کرنیکا موقع ملا ہے۔ یہ فاضل اجل عبداللہ نے جسکو پرانی دستی لکھی ہوئی کتب کے پڑھنے سے خصوصیت حاصل تھی "اقدام" کے ایڈیٹر کو دی تھی۔ سیدی رئیس نے جسنے اپنے سفر کے دوران میں چغتائی ترکش زبان میں مہارت پیدا کی تھی۔ اوس نے کئی غزلیں اور ایسی شعر بھی لکھی ہیں جن سے سال اور تاریخیں نکلتی ہیں۔ یہ اس نے مختلف ترکی والیان ملک اور بالخصوص ہمایوں شاہ کے پیش کیں۔ جسنے اس کو میر علی شیر ثانی کا لقب دیا۔ لہذا سیدی رئیس اول درجہ عثمانی مشرقی علما و فضلاء میں سے تھا۔ یہ اپنی خاندانی اشرافت نجابت اور علو ہمتی کے واسطے بالعموم مشہور و معروف تھا اور

۱؎ اصل کتاب میں میدل رذات الکرسی (؟) ہے۔

۲؎ تاریخ پرچوی (بجبوی ؟) کی جو بیان علامہ مشہور عثمانی فاضل [illegible] ادہم پاشا کی جریدہ کے خاص نمبر میں شائع کی گئی تھی۔ اس میں اس کتاب کے انتخاب [illegible]

گلیٹامیں اس کا مکان اپنی مہمان نوازی اور فراخ حوصلگی کے واسطے مامور تھا۔
اخیر میں میں ۔ اقدام لائبریری کے پبلشروں اور پرنٹروں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اِس کتاب کو شائع کرنے سے سامعین کو بہت بھاری فایدہ پہنچایا ہے ۔

(نجیب مالم)

اوّل

جب سلطان سلیمان اپنے حلب والے سرائی محل میں فروکش تھا میں (یعنے مصنف کتاب ہذا) مصری بیڑے کا امیر البحر مقرر کیا گیا تھا اور مجھے وہ جہاز مصر کو واپس لانے کا حکم ہوا۔ جو کچھ عرصہ پہلے بصرہ واقع خلیج فارس کو بھیجے گئے تھے۔ مگر بقول شخصیکہ "ما درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال" میں اس سفارت کو پورا نہ کر سکا۔ اور چونکہ مجھے بذریعہ سمندر واپس لوٹنا ناممکن معلوم ہوا۔ لہذا میں نے بذریعہ خشکی سفر کرنے کا ارادہ کیا۔ اور چند وفادار [illegible] سپاہیوں کے ساتھ گجرات۔ سندھ۔ بلخ۔ زابلستان بدخشان۔ ختلان۔ لتیران اور ایران یعنے [illegible] اوکسس آمو۔ خراسان۔ خوارزم اور دشت کفچاق کو سفر کرتا ہوا چلا گیا۔ اور چونکہ [illegible] آگے نہیں جا سکتا تھا لہذا مشہد اور عراق اور ہمدان سے ہوتا ہوا بغداد پہنچا۔

وہاں ہمارا سفر ختم ہوا اور میرے رفقائے سفر کا سیاحت نے مجھ سے اپنے تجربات اور خطرات قلمبند کرنے کی خواہش ظاہر کی جو اثنائے راہ میں ہم پر نازل ہوئے حالانکہ اب ادن دیار و امصار اور مقدس زیارات کا جو ہمیں راستہ میں دیکھنے کا اتفاق ہوا صحیح کیفیت بیان کرنا قریباً ناممکن ہے۔ تاہم میں نے یہ مختصر رسالہ لکھا جس میں میں نے سادہ لفظوں سلیس عبارت میں قسطنطنیہ میں پہنچنے تک اپنے راستہ کی تکالیف و مشکلات اور مصائب کا جو ہم پر نازل ہوئیں تذکرہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر کتاب کے مضمون کی طرف دیکھا جائے تو اس کو مصیبت نامہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ مگر اثناء راہ میں جو ہمیں مشاہدات کرنیکا موقع ملتا رہا اُن کے لحاظ سے میں نے اس کا نام مرآت الممالک رکھا ہے ؎

دوم

ابتدائی افسانہ

ماہ رمضان سنہ ۹۶۰ھ (۱۵۵۳ء) میں جب بادشاہ بمقام حلب دربار میں اجلاس فرما تھے

مجھے فوج میں شامل ہونے کا ایما ہوا۔

میں نے رمضان بیرم عید رمضان کی خوشی بادشاہ کے حضور میں منائی۔ مگر بعد سیدی غازی کو چلا گیا۔ کونیہ میں مولائی رومی کے مقبرہ پر گیا۔ اور سلطان العلماء اور شمس تبریز اور شیخ صدرالدین کی زیارت پر گیا اور مقام قیصری میں شیخ واحد الدین کرمانی۔ برہان الدین۔ بہاؤالدین زیدی۔ ابراہیم اکسریہ کے مقبرے دیکھے اور حلب گیا کو لوٹ کر میں داؤد دلیجہ اور نبی صاحب کے رفقا سعد اور سعید کے روضوں پر بھی گیا اور پھر عید قربان کا روز سلطان کے دربار میں بسر کیا۔

یہاں میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ مصری بیڑے کا سابق امیر البحر مسمی پیری بیگ بیس جہازوں کی جمعیت کے ساتھ بحر اسود کے بیچ میں سے سویز کو روانہ کیا گیا تھا اور یہ جدہ اور یمن سے ہوتے ہوئے آبنائے باب المندب کے بیچ سے گزرتے ہوئے عدن اور شہر[1] کے ساحل تک چلا گیا تھا۔ پھر اور طوفانوں کے بیچ سے گزرتے ہوئے اس کے بیڑے کے جہاز بکھر گئے۔ اور کچھ تباہ ہو گئے اور جو بچے اون کے ساتھ مسقط سے عمان تک گیا۔ اور شہر کو مسخر کر کے وہاں کے باشندوں کو اسیر کر لیا۔ اور جزائر ہرمز اور برقت پر یورش کر کے مسقط کو لوٹ گیا۔ وہاں اس کے قیدی کپتان کی زبانی معلوم ہوا کہ علیانی دائیں پر پرتگالی بیڑہ روان ہے لہذا زیادہ تر توقف کرنا قرین مصلحت معلوم ہوا۔ کیونکہ اگر یہ پہنچ گیا تو بندر کو چھوڑنا مشکل ہو گا چونکہ پہلے ہی دیر ہو چکی تھی اور تمام بیڑے کو بچانا ناممکن نظر آتا تھا۔ لہذا یہ تین جہازوں کو آراستہ و تیار کر کے پرتگالیوں کے پہنچنے سے پہلے بھاگ گیا۔ رستہ میں جہاز بحرین میں ٹکرا کر تباہ ہوا۔ اور یہ بمشکل دو جہاز لیکر مصر کو واپس گیا۔ اور جو بیڑہ بصرہ میں باقی رہ گیا تھا۔ کپتان پاشا نے اس کی کمان چیف افسر کے پیش کی تھی۔ مگر یہ انکار کر کے خشکی کی راہ سے مصر کو چلا گیا تھا۔

جب یہ خبر قسطنطنیہ میں پہنچی بیڑے کی کمان مراد بے کو مل چکی تھی۔ یہ شخص پہلے قطیف کا حاکم تھا۔ اور اس وقت بصرہ میں رہتا تھا۔ اس کو حکم ہوا کہ دو جہاز پانچ گیلی یعنی پال سے چلنے والے جہاز اور ایک گیلین جہاز بصرہ میں چھوڑ کر باقی

---

[1] عمان اور عدن کے مابین ساحل اسی نام سے مشہور ہے۔

اپنے پندرہ گیلی جہاز (جنمیں سے ایک بصرہ میں جل گیا تھا) اور دو کشتیاں لیکر مصر کو لوٹ جائے۔ مراد بیگ نے اس حکم کی تعمیل کی۔ مگر افسوس ہرمز کے محاذ میں اس کو کافر (پرتگالی) بیڑہ ملگیا۔ اور سخت مقابلہ شروع ہوا جسمیں سلیمان رئیس رجب رئیس اور کئی دیگر آدمی شہید اور بیشمار مجروح ہوئے۔ اور جہاز و کشتیوں سے سخت نقصان پہنچایا گیا۔ آخر کار رات کی تاریکی میں مقابلہ ختم ہوا۔ ایک کشتی فارس کے ساحل پر تباہ ہوئی جسکے ملاحوں کا ایک حصہ بمشکل جانبر ہوا۔ اور باقی سب کو کافروں نے قید کر لیا۔ اور وہ کشتی بھی پکڑی گئی۔

جب یہ خبر وحشت اثر ماہ ذوالحج سنہ ۹۶۰ھ (سنہ ۱۵۵۲ع) کے اخیر میں دار الخلافہ میں پہنچی اس وقت اس کتاب کا مصنف مصری بیڑہ کا امیر البحر مامور کیا گیا تھا۔

اس ہیچمیرز سید علی بن حسین نے جو کتابیں رومی (مغربی یعنی ترکی کا مصنف) مشہور ہے نہایت خوشی سے اس عہدہ کو قبول کیا۔ مجھے سمندر میں رہنے کا بہت شوق تھا سلطان (سلیمان) کے زیر رودس کے مقابلہ پر مہم میں شامل ہوا تھا اور اس کے بعد ہر ایک بحری و بری رزمگاہ میں شریک ہوتا رہا حتے کہ خیر الدین پاشا اور سنان پاشا اور دیگر کپتانوں کے ماتحت لڑائیاں کرنیکا مجھے [illegible] ہو چکا تھا۔ اور [illegible] بحر کے گرد گھومنے سے اوس کے کونوں اور [illegible] سے خوب واقف ہو گیا تھا۔ مینے جہازرانی کے متعلق بحری فن اور علم ہیئت کے [illegible] کئی کتابیں لکھی تھیں اور قسطنطنیہ کی تسخیر کے بعد میرا باپ اور دادا توپخانہ گلیتا کے [illegible] مامور رہے۔ یہ دونوں اپنے پیشہ میں بہت نامور گذرے ہیں اور ان کی قابلیت اور حکمت مجھے میراث میں ملی ہوئی ہے۔

لیکن یہ عہدہ میرے مذاق کے مطابق تھا [illegible] بحکم محرم سنہ ۹۶۱ھ (دسمبر سنہ ۱۵۵۳ع) کو حلب سے بصرہ کو روانہ ہوا۔ اور بیرہ جک کے قریب دریائے فرات گذر کر مقام [illegible] والے ابراہیم کے مقبرہ کیجانب روانہ ہوا۔ اور رستہ میں مقبرہ اور [illegible] کے ابین حضرت یونس اور جرجیس اور شیخ محمد عزاب علی۔ فتح موصلی اور قضیب البنی موصلی کے مقبرے ملے۔ بغداد کو جاتے ہوئے مینے تکریت سے سامرا تک جاکر امام علی الہادی اور امام حسن عسکری کے مقبروں پر گیا۔ اور پھر قصبات عاشق و معشوق

میں پہنچا اور حربق سے گذر کر قلعہ سمیقی گذر کر بغداد کو بڑھ گیا۔ ہم نے دریائے دجلہ کو جسر (؟) کے قریب عبور کیا اور وہاں بزرگوں کے مقبروں کے پاس سے گذرتے ہوئے قلعہ طیر گذر کر مقام بنیر کو گئے اور چھوٹے قصبہ مصیب کے قریب دریائے فرات کو عبور کر کے کربلا میں پہنچے۔ جہاں حسنؑ اور حسینؑ کے روضوں کی زیارت کی۔ اور شفاتہ کے قریب صحرا کو گذر دوسرے روز نجف میں پہنچا۔ اور حضرت آدمؑ۔ نوحؑ۔ اور علیؑ کے مقبروں پر گئے۔ اور وہاں سے آگے کوفہ کو بڑھے جہاں وہ مسجد مع منبر دیکھی۔ جن کے نیچے حضرت کے خاندان کے بنی مدفون ہیں اور ذوالکفل کی قبریں ہیں۔ حسینیک کے قلعہ میں پہنچکر ذوالکفل بنی خلف ہارون رشید کی قبر پر پہنچے اور حلہ میں امام محمد مہدی اور علیؑ کے برادر امام عقیل کا مقبرہ دیکھا اور وہاں شمس کی مسجد بھی دیکھی اور اس دفعہ دریائے فرات بذریعہ پل گذر کر بغداد کیجانب سفر اختیار کیا اور وہاں سے آگے جہاز میں سوار ہو کر بصرہ میں گئے۔ راستہ میں مدین کے پاس سے ہوتے ہوئے۔ سلیماس فارس کا مقبرہ نظر آیا۔ اور طاق قیصری اور قلعہ شاہ زمان کی تعریف و توصیف کی۔ اور وسط زکیہ لی سڑک پر جول اور مستر کے قلعوں کے پاس سے گذر کر سعدی السعید کو اور آگے بصرہ کو گئے۔ جہاں میں ماہ صفر سنہ وان آغاز فروری ۱۵۵۴ء کو پہنچا۔

سوم

بصرہ میں کیا ظہور میں آیا

میں منزل مقصود پر پہنچا مصطفی پاشا سے ملا انہوں نے میری سند مت ملاحظہ کر کے پندرہ گیلی جہاز میرے حوالے کئے۔ یہ بہت قابل مرمت تھے جہانتک ممکن تھا میں نے اون کو درست کرا کر اون کے واسطے توپیں بہم پونچائیں۔ مگر وہاں کے ادینہ مرفر کے گروہوں سے اون کی کافی تعداد نہ مل سکی۔ پانی بہم پہنچانیکا بھی انتظام کرنا ضروری تھا۔ لیکن چونکہ مولسون[1] یعنے باد بہاری ہیں ابھی پانچ ماہ

[1] موسم[؟] یعنی موسم باد بہاری عربی لفظ موسم سے انگریزی میں مولسون بنا گیا ہے۔

تھے۔ لہٰذا مجھے علی کی مسجد اور حسن بصری، طلحہ، زبیر، یونس بن مالک، عبدالرحمٰن بن عوف اور کئی شہید اور نبی صاحب کے صحابہ کرام کے مقبروں پر جانے کا موقع مل گیا۔ ایک رات مجھے خواب آیا کہ میری تلوار گم ہو گئی ہے۔ چونکہ مجھے یاد تھا کہ شیخ محی الدین کو بھی اسی قسم کا خواب آیا تھا اور انہیں شکست فاش ملی تھی۔ لہٰذا میں ڈرا۔ اور قبل اس کے کہ میں اسلامی سلطنت کی فتح کے واسطے قادر مطلق کی درگاہ میں التجا کرنا چاہتا تھا میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اس خواب کو مخفی رکھا مگر اس نے مجھے بہت عرصہ تک بیتاب رکھا۔ اور جب مجھے مصطفیٰ پاشا نے سپاہیوں کا ایک دستہ جزیرہ حویزہ فتح کرنے کے واسطے بھیجا۔ اس مہم میں میں پانچ جہازوں کے ساتھ شریک ہوا اور مصری افواج کی بدمزاجی کی وجہ سے ہمارے ایک سو جوان تلف ہوئے۔ مجھے اپنی خواب کی تعبیر کے پورا ہونے کا یقین ہوا۔ مگر افسوس ابھی بدتر نتیجہ ظہور میں آنے والا تھا۔ کیونکہ نوشتہ تقدیر کبھی نہیں مٹ سکتا۔ آخر کار جب موسم زمانی[۵۱] آ گیا۔ موصوف پاشا نے ایک معتبر ملاح کو جہاز و بحیرہ ہرمز کے ارد گرد گشت کرنے کے لئے بھیجا۔ یہ ایک ماہ چکر لگانے کے بعد خبر لایا کہ ان سمندروں میں بجز چار کشتیوں کے کفار کا کوئی جہاز موجود نہیں۔ لہٰذا ہم افواج کو جہازوں پر سوار کر کے مصر کو روانہ ہوئے +

چہارم

(ہرمز میں کیا وقوع میں آیا)

یکم شوال کو ہم بصرہ سے روانہ ہوئے اور شرقی پاشا کے جنگی جہاز ہرمز تک ہمارے ساتھ آئے۔ رستہ میں ہمیں تادری کا مقبرہ ملا۔ اور روز خول اور شط واقع حرکس کے ساحل کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے میں نے امام محمد حنفی اور دیگر بزرگوں کے روضوں کی زیارت کی۔ صوبہ شیراز کے بندرگاہ سے ہم شہر پہنچے۔ اور بذریعہ جہاز شکلیوا[۵۲]

[۵۱] موسم زمانی یعنے موسم باد بہاری۔ عربی لفظ موسم سے انگریزی میں مونسون لیا گیا ہے۔

[۵۲] مہاسہ اور قطیف خلیج فارس کے جزائر ہیں۔ یہ ہرمز، بحرین اور قلہات کے ساتھ طلوع زمانہ میں فارس اور ہند کے مابین اناج کی تجارت کے واسطے مشہور ہے۔

ساحلوں کی گرد آوری کرنے سے دشمنوں کے جہازوں کا کہیں پتہ نہ ملا۔ اور قطیف واقع متصل لحسا اور حجاز واقع ساحل عرب کی جانب بڑھتے گئے۔ وہاں بھی دشمنوں کا پتہ نہ ملا۔ پھر ہم بحرین پہنچا اور وہاں کے کمانڈر انچیف رئیس مراد نام سے ملاقات مگر اُس نے بھی کفار کے بیڑے کی کوئی خبر نہ دی۔ بحرین میں عجیب رواج ہے۔ ملاح چمڑے کی مشکیں لیکر سمندر کی تہ میں غوطہ لگاتے ہیں۔ اور رئیس مراد کے استعمال کیواسطے یہ پانی بھر لاتے ہیں جو پانی موسم بہار میں شیریں اور سرد ہوتا ہے۔ رئیس مراد نے اسکی کچھ مقدار مجھے بھی دی۔ خدا کی قدرت کاملہ سے یہ رواج اس تمثیل سے قائم ہوگیا ہے (مرج البحرین یلتقیان) اور اسی وجہ سے اُسکا نام بحرین ہوگیا ہے۔

پھر ہم مقام کس یعنے پرلنے ہرمز میں پہنچے۔ اور آگے سبز سمندر یعنے ہرمز کے پانیوں میں پہنچے۔ مگر کہیں بیڑے کا نام ونشان نہ ملا۔ لہذا مصطفےٰ پاشا نے جو جہاز ہماری حفاظت کے واسطے ہمارے ہمراہ بھیجا تھا ہم نے اوسکو یہ پیغام دیکر واپس کر دیا کہ ہم ہرمز میں بخیر و عافیت پہنچ گئے ہیں۔ اور جلبا اور جاومی کے ساحلوں کے ساتھ چلتے ہوئے جب قصبات گزار یا تیمہ کے قریب پہنچے تو ہماری روانگی کے چالیسویں روز یعنے ۱ رمضان کے روز بعد دوپہر ہمیں عیسائیوں کا بیڑا اپنی جانب آتے ہوئے نظر آیا۔ جسمیں چار بڑے جہاز تین گیلین جہاز اور چھ پرتگالی محافظ جہاز اور بارہ گیلی[1] جہاز اس طرح کل پچیس جہاز ہمارے مقابلہ پر آئے۔ مینے حکم دیا کہ آفتاب کی شعاعوں سے بچنے والا پردہ فوراً اوپر سے اوٹھا دیا جائے۔ اور لنگر ڈالکر توپیں تیار کیجائیں۔ اور قادر مطلق کی امداد پر متوکل ہوکر ہم نے فلنبدرا[2] باندھ دیا۔ جھنڈے کھولدیئے اور اللہ کا نام لیکر مقابلہ شروع کر دیا۔ بندوقوں اور توپوں کی سخت بوچھاڑ شروع کر دی۔ اور خدا کی مدد سے دشمن کا ایک لیکن جہاز بالکل تباہ کر دیا ٭

تاریخ میں اس معرکہ کی پہلے کہیں نظیر نہیں ملتی۔ اور نہ ہمیں اس کی کیفیت بیان کرنے کیلئے کافی الفاظ ملتے ہیں۔ آفتاب کے غروب ہونے تک گولہ اندازی

[1] ایک چھوٹا جہاز جو بادبانوں اور ڈنڈوں سے چلایا جاتا ہے اور سامان اٹھانے کے کام آتا ہے اسکو ساکولیوی بھی کہتے ہیں

[2] ایک چھوٹا نشان جو بڑے جھنڈے کی چوٹی پر لگایا جاتا ہے ٭

ہوتی رہی۔ اور اس کے بعد دشمنوں کی جانب سے آثار خوف نمایاں ہونے لگے اور اون کے امیرالبحر نے پسپا ہونیکا ارادہ ظاہر کرنے کے واسطے توپ کے داغنے کا نشان دیا اور بیڑا ہرمز کی جانب لوٹا[1]۔

اللہ کی امداد اور بادشاہ کے اقبال سے اسلام کے دشمنوں کو شکست فاش ہوئی اور رات کے وقت ہمیں کچھ انعام ملا۔ اس کے بعد ہوا شروع ہوئی اور چونکہ کنارہ نزدیک تھا۔ صبح ہونے تک بادبان لگائے گئے[2]۔ دوسرے روز ہم اپنی پہلی رفتار پر چلے گئے اور تیسرے روز خور فکان میں پہنچے۔ یہاں ہمنے پانی لیا اور جلد عمان بلکہ سوہر[3] میں پہنچ گئے۔ اسطرح ہم قریباً سترہ یوم برابر چلتے گئے اور ۲ رمضان کو ہم مسقط اور قلہات[4] کے مضافات میں داخل ہوئے اور صبح کے وقت ہمیں مسقط کے بندرگاہ میں بارہ بڑی کشتیاں اور ۲۲ غراب کشتیاں ملیں یہ گورنر کے لپ کپتان کوٹا[5] نام کے ماتحت تھیں۔ انمیں ایک فوج جرار سوار تھی۔

ان کشتیوں اور گیلی جہازوں کے بڑے بڑے بادبانوں نے جنکا نام اصل کتاب[6] میں عنوزناطور لکھا ہے) اور پنتیا (یعنے چھوٹے چھوٹے بادبانوں نے) اپنے سایہ سے افق کو تاریک کیا ہوا تھا۔ محافظ جہازوں نے اپنے گول بادبان پھیلائے۔ اور خوشنما پھریروں کے ساتھ پیشقدمی کرتے ہوئے ہماری جانب بڑھے۔ خدائے تعالی ظلّ حمایت پر متوکل ہوکر ہم اون کے انتظار میں اپنے پاؤں پر جمے ہوئے کھڑے رہے۔ پہلے ان کی کشتیوں نے ہمارے گیلی جہازوں پر حملہ کیا۔ اور میدان معرکہ گرم ہوا۔ توپوں۔ بندوقوں۔ تیروں اور تلواروں نے جانبین میں سخت خونریزی کی۔ سجوالشقا (۴) نے کشتیوں اور شالیقہ میں گھسکر اون کی خولوں میں بڑے بڑے سوراخ کردیئے۔ حالانکہ ہمارے گیلی جہاز تیروں سے چھلنی کئے گئے تھے۔ جنکی دشمنوں کے مورچوں سے ہمپر بوچھاڑ لگی تھی۔ یہ خارپشت کے کانٹوں

---

[1] اصل کتاب میں "لوچہ لاعنق" ہے جسکے معنے یہ ہیں کہ جہاز کو اس طرح دائیں جانب کیا جائے کہ یہ ہوا کے آگے دوڑا جاتا ہے [2] "ایرا قدن قولا لوب دقیتی لرکیتد کلچہ کورفزتیا دہ صاغ ستقلرہ وشوب" یہ فقرہ صاف معلوم نہیں ہوتا۔ جسکا ترجمہ یہ ہے "جو کنارہ کیا تھا تھا اور خلیج گذرنے تک منہ پہ ستارہ" اسکا مطلب ظاہر نہیں ہو [3] سوہر عمان کی مشرقی کنارہ پر ہے [4] یہ وہی مقام ہے جسکا نام جو بار کو پولو نے قلاتو لکھا ہے دیکھو سفرنامہ مارکوپولو جلد دوم صفحہ ۴۸۱ [5] یہ مجھ کو اس قصبہ کا نام معلوم ہوتا ہے جو پرتگالی گورنر کا صدر مقام تھا [6] اصل کتاب میں اوج قیاس بعمورہ النسان کے گھونسوں کی بوچھاڑ۔

کی طرح کار گر ہوئے۔ اور جو پتھر انہوں نے برسائے اُسے سمندر میں سخت گرداب[51] پیدا ہو گیا۔

ایک گولے سے ہمارا ایک جہاز جل گیا۔ مگر تعجب ہے کہ جس کشتی سے یہ گولہ پڑا۔ اسکا بھی یہی حشر ہوا۔ خدا رحیم ہے ہماری پانچ گیلی جہاز اور اتنی ہی دشمنوں کی کشتیاں ڈوب کر بالکل تباہ ہوئیں۔ اور دشمنوں کی ایک کشتی مع تمام بادبانوں کے سطح زمین میں غرق ہوئی۔ الغرض دونوں جانب سے بہت بھاری نقصان ہوا۔

توپوں[52] سے گولہ باری کرتے ہوئے سمندر کی لہر[5] کے ساتھ جاتے ہوئے ہماری کشتی چلانے والوں کی تعداد بہت کم ہو گئی۔ لہذا ہم مجبوراً لنگر ڈالکر حتے الوسع بڑھنے کے واسطے تیار ہو گئے۔ اور ہمیں کشتیاں بھی چھوڑنی پڑیں۔

عام شاہ رئیس، مصطفےٰ قنفات ایامی۔ ڈوبے ہوئے جہازوں کے چند کپتان اور وزیر مصطفےٰ بے سرواء والنیٹریا مع باقی مصری سپاہیوں اور دو سو بحاروں کی ساحل عرب پر اُتر گئے تھے۔ اور چونکہ کشتی چلانے والے اہل عرب تھے۔ لہذا نجد کو عربوں نے اُن کی تپاک سے مہمان نوازی کی۔ کافر ہیٹر[ے] کے جہازوں نے بھی اپنے ڈوبے ہوئے جہاز کے ملاحوں کو اپنے باقی جہازوں پر سوار کرالیا تھا۔ چونکہ اُنمیں بھی اہل عرب شامل تھے۔ لہذا یہ بھی عرب کے کنارہ پر پناہ گزین ہوئے تھے۔ خدا ہمارا گواہ ہے۔ خود دین پاشا اور اندریاس[53] ڈوریا کے مابین جو جنگ ہوئی تھی اسمیں بھی اس قسم کا کوئی مقابلہ پیش نہیں آیا۔

جب رات پڑی اور ہم خلیج ہرمز کے قریب پہنچ رہے تھے۔ ہوا تیز ہونے لگی۔ کشتیاں پہلے ہی دو برٹے لنگر ڈال چکی تھیں اور ہماری لوشنا کشتیاں مضبوط باندھکر کنارہ کے ساتھ ساتھ مفتوحہ کشتیوں کو کھینچتے ہوئے لیجا رہے ہیں اور گیلی جہاز

---

[51] دو کندی گرداب

[52] توپ صافیا۔ اٹینک۔ یہ محاورہ ہمارے استعمال میں نہیں آتا۔ اسکے معنی اتیمک کے اصل کتاب میں غلطی سے یہ سی اہتمک لکھا ہے یہ اطالین زبان سے نکلا ہوا ہے جسکے معنی کشتی کو پچھلی طرف چلانا ہے

[53] اندریاس ڈوریا کے بعد الفاظ چند دال لکھے ہیں یہ کسی اطالین لفظ سے بگڑے ہوئے ہیں۔

اپنے لنگر کھینچتے ہوئے پیچھے چلے آرہے تھے۔ بااینہمہ ہمیں کنارہ کے قریب جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اور لہذا ہم نے پھر اپنے جہاز ہمیں سمندر کے گہرے پانیوں میں چلانے پڑے۔ اس رات ہم ساحل عرب سے ہٹکر دور سمندر میں چلے گئے اور جالس[۵۱] واقع صوبہ کرمان کے ساحل پر پہنچے۔ یہ کنارہ بہت دور تک چلا گیا ہے لیکن ہمیں کہیں بندرگاہ نہ ملا۔ اور ہم کیچ مکران میں پہنچنے سے پہلے۔ دو روز متواتر ادہر ادہر آوارہ ہوتے رہے۔

چونکہ رات بہت گذر چکی تھی لہذا ہم فوراً خشکی پر نہ اتر سکے اور ہمیں ایک رات اور سمندر میں بسر کرنی لگی۔ صبح کے وقت خشک ہوا کئی اہل جہازوں کو بہا لیگئی اور آخرکار بے بیان تکالیف اور مشکلات کے بعد ہم بندر شہبا[۵۳] میں پہنچے۔

وہاں ہمیں ایک نو ثوق یعنے ڈاکو جہاز ملا جس پر رخت و تاراج کا بہت سامال لدا ہوا تھا۔ نگہبان نے دیکھتے ہی ہمیں آواز دی۔ ہمنے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ سنتے ہی اس جہاز کا کپتان ہمارے ملنے کو آیا۔ اور ہمارے لئے تازہ پانی لایا۔ کیونکہ ہمارے پاس پانی کا ایک قطرہ بھی باقی نہ تھا۔ اور ہمارے پیاسے سپاہی پی کر تر و تازہ ہوئے۔ یہ بیرم کا مبارک دن تھا۔ اور پانی کے ملنے سے ہمیں دوبالا مسرت ہوئی۔ کپتان مذکور کے ساتھ ہم گوادر[۵۴] پہنچے۔ وہاں کے لوگ بلوچستانی تھے۔ اور اسکا حاکم ملک جلال الدین بن ملک دینار تھا۔ اس مقام کے گورنر نے ہمارے جہاز آکر ہمارے شاہ عالم پناہ کی نسبت انتہا عقیدت مندی و وفاداری کیا۔ اور وعدہ کیا کہ اگر آئندہ کبھی ہمارا بیڑہ اوس جانب سے گذرا تو پچاس ساٹھ کشتیاں سامان رسد وغیرہ کی نذر کرنے کے علاوہ ہر قسم کی امداد دینے کو تیار رہیگا۔ ہم نے پرنس جلال الدین کو ایک لائق رہنمائے جہاز بھیجنے کو لکھا۔ اور اس نے بتعمیل اس کے

۵۱ جاش بلوچستان کے قریب فارس کا بندرگاہ ہے۔ ۵۲ بقول یول صاحب ساحل کرمان کا اس حصّہ پر واقع ہے جو اس وقت ہندوستان کے متعلق تھا۔ دیکھو سفرنامہ مارکوپولو مصنفہ کرنل ہنری یول صاحب جلد دوم صفحہ ۲۳۵۔ ۵۳ شہبا یہ نام اصل کتاب میں آیا ہے۔ لیکن (دیکھو جیکرزن صاحب کا نقشہ فارس) ہمارے آجکل کے نقشوں پر شابار درج ہے جو شہر اور خلیج دونوں کا نام ہے۔
۵۴ یہ بلوچستان کے مغربی کنارہ پر سلطنت ہند سے متعلق ہے۔

ایک لائق آدمی ہماری مدد کے واسطے تعینات کر دیا۔ اور ہمیں بوثوق یقین دلایا کہ یہ آدمی بالکل قابل اعتبار اور ہمارے بادشاہ کا خیرخواہ ہے۔

پنجم

بحر ہند میں ہم پر کیا مصیبت نازل ہوئی

خداوند رحیم و کریم ہے! ہم نے موافق ہوا میں بندرگاہ گوا سے چل کر یمن کی جانب رخ کیا۔ ہم کئی روز سمندر میں رہے اور ظفار[1] اور مشار کی محاذ میں پہنچے ہی تھے کہ مغرب کی جانب سے سخت طوفان شروع ہوا۔ جو فیل طوفانی[2] کے نام سے مشہور ہے۔ ہم پیچھے ہانکے گئے اور بادبان چھوڑ کر ترنکو تیلا (یعنے طوفانی بادبان) بھی نہیں کھول سکتے تھے۔ طوفان زیادہ تر تند و تیز ہوتا گیا۔ بحر ہند کے طوفان اور تلاطم کے مقابلہ پر مغربی سمندروں کی موجیں تو بچوں کا کھیل اور لہروں کے مانند قطرہ آب کے مشابہ ہیں۔ رات دن برابر یکساں حالت رہی۔ لہذا اپنے جہاز کی کمزوری کو دیکھ کر ہم نے بیلسٹ کے پتھر سمندر میں پھینک دیئے۔ اس بلائے عظیم کے دوران میں ہمارا ایمان حافظ حقیقی کی امداد پر قائم رہا۔ دس روز متواتر طوفان جاری رہا۔ اور موسلادھار بارش ہوتی رہی۔ اس اثنا میں ہمیں کبھی نیلگوں[3] آسمان نظر نہ آیا۔

جہاں تک ممکن تھا میں اپنے رفیقوں کو خوش کرتا رہا۔ اور ان کو حوصلہ دلاتا رہا اور فال بد کی جانب ان کے خیالوں کو لوٹنے نہ دیا۔ آخرکار عمدہ آثار نظر آنے لگے اور دو کیلی کشتیوں کے برابر ایک لمبی مچھلی نظر آئی۔ جس کو جہاز کے رہنما نے فال نیک ظاہر کیا۔

[1] ظفار: یہ بندر مشار کے مشرق میں واقع ہے۔ زمانہ گذشتہ میں وہاں اس نام کا ایک شہر تھا جس کا مارکوپولو اور ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں تذکرہ کیا ہے۔

[2] لفظی معنے "ہاتھی کا طوفان" ہیں۔ [3] "آلا بلق" کے معنے آفتاب اور آسمان کے ہیں یا زیادہ تر نیلگوں آسمان کے۔

یہاں مدوجزر کا زور تھا۔ یہیں خلیج جودہ کے بڑوس میں کئی بڑے بڑے جانور مثلاً بحری گھوڑے ۔سانپ۔ کچھوے اور مگر مچھ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔

پانی کا رنگ دفعتاً سفید ہو گیا۔ اوس کو دیکھکر پائیلاٹ رونے لگا اور کہنے لگا کہ ہم گرداب کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ یہ عموماً ابیسینیا کے ساحلوں اور سندھ کے قریب خلیج جود میں پائے جاتے ہیں۔ اور کبھی کوئی جہاز ان کے کھکھیڑ سے نہیں بچا۔ یہی حال ہم نے بحری کتب میں پڑھا ہوا تھا۔ ہم نے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے اور جب ہم پانچ ہاتھوں کی گہرائی پر پہنچے۔ ہم نے جہاز کے پچھلے پال (جو ورتائیلکن کہلاتے ہیں؟) اور وہ پتوار کھولدیئے جو جہاز کے اگلے حصہ میں بڑھے ہوئے ہوتے ہیں... [1] اور پھر مغرب کیجانب پھر کر کمانڈر کے پہرہ کو کھڑا کر دیا اور رات دن برابر ادہر ادہر بے اختیار ہو کر پھرتے رہے۔ اور پھر رحمت الٰہی ہماری شامل حال ہوئی اور سطح سمندر بلند ہونے لگا۔ اور طوفان بھی کسیقدر فرو ہوا اور جہاز کی کل بھی سیدھی ہو گئی۔[2]

دوسرے روز ہمنے رفتار سست کر کے بادبان گھٹا دیئے۔ ایک توانا ملاح جوندوا؟) کے ساتھ باندھ دیا گیا جب جہاز کا پچھلا پال نیچے ہو گیا۔ اور ملاحی رتبا کسیقدر اوٹھا دیا گیا اور جب اپنی چاروں طرف نظر پھیر کر دیکھا تو ہمیں ہندوؤں کا ایک مندر نظر آیا۔ یہ جیسر[3] کے ساحل پر واقعہ تھا۔ اور وہاں بادبان زیادہ تر گھٹا گئے اور ہم خود میاں اور منگلور[4] سے گذر کر سیدھے سومنات[5] کی طرف ہو لئے۔ اور آخر میں دیو[6] میں پہنچے لیکن بے اعتقادوں کے خوف سے جو وہاں آباد تھے ہمنے اپنے بادبان اور نیچے کر لئے اور اسی طرح پیشقدمی کرتے گئے۔ (مترجم؟)

---

[1] اس کے بعد کچھ جہازی اصطلاحیں ہیں۔ مثلاً الیہ ایمیوب۔ دورانیہ اورتی جو میری سمجھ میں نہیں آئیں [2] اصل کتاب میں لو یہ پیرو وا۔ درج ہے یہ دو الفاظ اطالین زبان سے لئے گئے ہیں [3] جیسر ریذیڈنسی مبئی میں احمد نگر کا ایک سب ڈویژن ہے [4] منگلوس۔ منگلور۔ ضلع سہارنپور میں ہے [5] شہر سومنات جزیرہ نما کاٹھیاوار کے جنوب میں ہے اور ضلع کا بھی نام ہے [6] زیادہ تر صحیح دیو ہے یہ مغربی ہند میں پرتگالی جزیرہ ہے احمد کاٹھیاواڑ سے کچھ دور واقع ہے اوسکی آبادی تین ہزار کی ہے۔ اور گوا کے تابع ہے و

اس اثنار میں ہوا تیز ہوئی۔ چونکہ پتوار انسانوں کے اقتدار سے باہر ہو گئی تھی لہذا ہمنے ڈبل ڈویل لمبے رسوں کے ساتھ بڑے بڑے دستے باندھ دیئے اور ایک ایک رسے کو چار چار آدمیوں نے قابو کر لیا اور اس طرح بمشکل بیٹواروں[1] کو سنبھالا مگر کسی شخص کو ڈک[2] پر قدم رکھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا تھا۔ لہذا اشیر چلنا بالکل ناممکن تھا اور ...[3] سے کان بہرے ہوتے تھے۔ حتے اکہ ہمیں اپنی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ البتہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ اور اشاروں سے کام لیتے تھے۔ نہ ٹوکنتیا اور نہ ملاح اپنی اپنی جگہیں[4] چھوڑ سکتے تھے۔ سامان حرب کو داموں میں بند کیا گیا تھا اور ... بنجگو ...[5] سے کاٹ کر ہم اپنے راستہ پر روان رہے۔

یہ دن بلا شبہ خوفناک تھا آخر کار ہم گجرات واقعہ سندھ میں پہنچے۔ مگر ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کس حصہ میں واقع ہے۔ جہاز کے رہنماء نے پھر کہا کہ ہشیار رہو چاروں سامنے گرداب[6] ہے۔ فوراً لنگر چھوڑنے[7] گئے۔ باوجود اس کے جہاز نیچے کھینچا گیا۔ بلکہ قریباً پانی کے نیچے ہو گیا۔ ڈانڈ چلانے والے اپنی جگہوں سے ہٹ گئے اور سب نے مارے خوف کے اپنے کپڑے اوتار دیئے۔ اور ایکدوسرے سے رخصت ہو کر ببیوں وغیرہ بجانے والی اشیاء کے ساتھ چمٹ گئے۔ مینے بھی کپڑے اوتار ڈالے اور غلاموں کو آزاد کر دیا۔ اور ملکہ معظمہ کے غربا و مساکین کو ایکسو فلوس[8] تقسیم کرنے کا عہد کیا۔

اس اثنار میں لنگروں میں سے ایک خم کے پاس اور دوسرا لوجنر[9] سے پلوٹ گیا۔

[1] بیکو پتوار کا دستہ۔ [2] قارونیہ یہ اطالین زبان کے لفظ گارونیہ سے لیا گیا ہے جس کے معنے نگہبان کے ہیں [3]۔ باشدن پایہ۔ ایک جانب سے دوسری جانب [4] چار منج۔ چلیپا یا چلیپا کی شہتیری [5] کومیلن سلس ہی یہ الفاظ کسی لغات میں نہیں ملتے۔ [6] مالی نیالی مہمل الفاظ ہیں [7]۔ قامارتن شاید اطالین لفظ قامارتن سے لیا گیا ہے [8] ایلچی یہ لفظ غیر مشہور ہے البتہ قرینے سے اس کے معنی گدام کے ہیں [9] دورن اغاج [10] تلاز یہ یونانی لفظ تالاز سے لیا گیا ہے [11] دوگندی وچلاق گرداب یا بہاڑی شگاف [12] فونت ایتھک لنگر ڈالنا۔

[13] ندیری اطالین طلانی سکہ۔

بہ حوز

اور دو دیگر تلف ہوئے اور جہاز نے خوفناک چکر کہایا اور ہم لہروں کی صاف نکل گئے جہاز کے رہنما نے کہا کہ اگر بدقسمتی سے ہمارا جہاز دیو[۱] اور دامان کے مابین مقام قشت قد سور سے آگے کہیں لوٹ جاتا۔ تو ہم میں سے ایک بھی جانبر نہ ہوتا ہم نے پھر بادبان کھینچ دیئے۔ اور کفار کے ساحل پر اترنے کا ارادہ مصمم ہو گیا۔ مگر جہاز کی رَو آور تلاطم[۲] دیکھکر اور چارٹ کا معائنہ کرکے میں نے نتیجہ نکالا کہ ہم بڑے سرزمین سے بہت دور نہیں۔ میں نے کلام مجید نکال کر فال دیکھی۔ وہاں سے بہی مجھے تحمل کرنے کا ایما ہوا۔ لہذا ہم نے جہاز کا جائزہ لینا شروع کیا جس سے معلوم ہوا کہ مال گدام بعض موقعوں پر دیواروں تک اور بعض میں اس کے اوپر سطح آب کے اندر تھا ہم نے جہاز سے بہت پانی نکالا۔ اور پھر سب آدمی پانی الیچنے میں مصروف ہو گئے۔ بلکہ ایکدو موقعوں پر جہاز کا پانی گہٹانے کے واسطے اوس کی تہ میں سوراخ کر دیئے۔

بعد دوپہر موسم کسیقدر صاف ہوا۔ اس وقت ہم بندرگاہ دامان میں تھے جو ہندوستان کے صوبہ گجرات میں واقع ہے۔ دیگر جہاز پہلے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔ مگر بعض گیلی جہاز کنارہ کے قریب پانی میں ڈوبے پڑے تھے۔ اور ان کے پتواروں کشتیوں اور پہیوں کو لہریں کنارہ پر بہالے گئی تہیں اس کے بعد ہمیں اور پانچ دن اور رات متواتر زبردست ہماری لہر کے بارہ میں رہنا پڑا اسوقت بارش کا بھی بہت زور رہتا۔ کیونکہ اس وقت باد زد یعنے موسم برسات کا تھا اور نوشتہ تقدیر کے آگے سرنگوں ہونے کے بغیر کوئی چارہ نہ تہا۔ اوس اثنا میں نہ تو دن کو آفتاب اور نہ رات کو ستارے نظر آئے۔ اور ہمارے کلاک کمپاس کام دینے سے رہ گئے۔ غرضیکہ جہاز پر کوئی اچھا آثار نظر نہیں آتا تہا اور خدا کی حکمت کا یہ نمایاں کرشمہ ہے کہ وہاں جو تین جہاز اپنے پہلوؤں پر پہیکے گئے تہے۔ ان کے سب اہل جہاز صحیح و سالم خشکی پر پہنچ گئے۔

---

[۱] دامان خلیج کمبیی میں ایک پرتگالی مقام ہے اسکی آبادی ۱۵ ہزار ہے پہلی ۱۵۲۱ء میں اور پھر ۱۵۳۱ء میں لوٹا گیا تہا

[۲] طارقی دن کرنہ رنیا تہا یعنی کمپاس کی سوئی اور نشانات کو دیکھکر [۳] کورک جس کا بجا [۴] باد زد۔ ذرہ نمایاں میں بگولہ۔ طوفان اور زیادہ صحیح معنے ہوا کا ہونا ظاہر کرتا ہے

ششم

صوبہ گجرات میں کیا پیش آیا

پانچ یوم کے بعد رحمت الٰہی سے ہوا کسیقدر تھمی۔ جہاز کی توپیں دیگر سامان حرب و نیزہ وغیرہ جو کچھہ بچا ہمنے داماں کے گورنر ملک اسد کے حوالہ کر دیا۔ یہ شخص گجرات کی حاکم ملک سلطان احمد کے عروج سے لیکر اسی عہدہ پر مامور تھا۔ بندرگاہ میں کالکتہ کا حاکم سمیری کے چند جونک[لہ] پڑے تھے اون کے کپتان نے ہماری جہاز پر آکر ہمیں بادشاہ کی عقیدتمندی اور فرمانبرداری کا یقین دلایا۔ اور ہمارے پاس اس مضمون کی چیٹھی لایا کہ سمیری رات دن پرتگالی کفار کے ساتھہ برسر پرخاش ہی اور مصر سے نبرد گی علی شاہی بیڑے کی آمد کا انتظار کر رہا ہے۔ جس کے پہنچنے پر پرتگالی بہاگ جائینگے۔ گورنر اسد نے مجھے سمجھایا کہ کفار کا جنگی بیڑہ راستہ میں ہے لہذا ہمیں اوس کی مڈبھیڑ سے بچنا لازم ہے اگر ممکن ہو تو جلد سورت کے قلعہ میں پہنچ جائیں۔ یہ خبر سُنکر اہل جہاز کے حواس بیترہ ہوئے۔ بعض نے تو ملک اسد کی ملازمت اختیار کر لی اور کچھہ بذریعہ کشتیوں کے خشکی پر اتر کر سورت میں پہنچ گئے۔

میں چند وفادار و جانثار نوجوانوں کے ساتھہ جہاز پر رہ گیا اور ہر ایک جہاز کے واسطے ایک ایک ڈنجوی[ٹہ] یعنے رہنما کشتی بہم پہنچا کر سورت کے بندرگاہ کو روانہ ہوا۔ بمشکل تمام ہم کھلے موقع پر آئے۔ اور وہاں کے کوتوال جسکا نام آغا ہمزہ تھا سلطان احمد کے وزیر اعظم عماد الملک کا مراسلہ لیکر ہمارے پاس آئے جسمیں ہمیں اطلاع دیگئی تھی کہ اس نواح میں کفار کی بہت تعداد پہیلی ہوئی ہے اور کہ داماں آزاد بندرگاہ ہے۔ لہذا ہمیں دشمنوں کیجانب سے

لہ اصل کتاب میں لوتا لنہ آید وقت کے معنے لیٹ جانے کے ہیں۔ لیکن اسکا مخرج اور معنے میں نہیں کہہ سکتا۔ ٹہ جونک بڑے جہاز جو چین میں استعمال کئے جاتے ہیں انکا پہلی مرتبہ اوڈوریکو ڈی پورڈینون نے ۱۳۳۱ء میں تذکرہ کیا تھا۔

ٹہ ڈونجی اور ڈنگھی کے لفظی معنی جہاز یا بڑی کشتی کے ہیں یہ مکران کی ساحل پر مستعمل ہیں یہ نام انگریزی میں بھی آیا ہے مگر اسکا مخرج بلوچستان میں ملتا ہے۔ (باقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

محتاط رہنا چاہیئے۔ اور اس نے ہمیں یہ بھی لکھا کہ اسوقت تم نہایت خطرناک سمندر میں ہو۔ اگر چاہو تو بے کھٹکے سورت کو چلے آؤ۔ ہماری یہ عین تمنا تھی۔ لہذا ہم نے پھر پانچ یوم متواتر سفر اختیار کیا اور لنگر ڈالکر سمندر کے گھاٹوں کے ساتھ بہتے ہوئے سورت کے بندرگاہ میں پہنچ گئے۔ اس وقت ہمیں بصرہ سے روانہ ہوئے پوری تین ماہ گذرے تھے۔

سورت میں مسلمان ہمیں دیکھکر نہایت خوش ہوئے۔ کیونکہ یہ ہمیں کفار کے ہاتھ سے بچانے والے خیال کرتے تھے۔ اور ہم سے یوں مخاطب ہوئے۔ آپ تکلیف کے ایام میں وارد گجرات ہوئے ہیں حضرت نوح کے وقت سے لیکر ابتک کبھی ایسا طوفان نہیں آیا۔ روم (ترکی) سے ان ساحلوں پر کسی جہاز کی آمد کے کی نظیر کسی کو یاد نہیں۔ ہم صدق دلسے دعائیں کر رہے تھے کہ خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے عثمانی بیڑے کو گجرات میں پہنچائے۔ اور عثمانی سلطنت کے اس علاقہ کو مامون و محفوظ کر کے ہمیں ہندوستانی کفار کے پنجہ سے نجات دلائے

ان دنوں فتور کی وجہہ یہ تھی۔ گجرات کے حاکم سلطان بہادر کی وفات کی بعد اس کے رشتہ داروں میں سے ایک بارہ سالہ لڑکا تخت پر متمکن ہوا تھا فوج نے تو اس کی فرمانبرداری قبول کر لی تھی۔ مگر امراء میں سے ایک شخص نصیر الملک نام نے اطاعت سے حلف اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اپنی جانب سے بادشاہت کا جھنڈا بلند کر لیا تھا۔ اور کئی لوگ اس کے پیچھے ہو گئے تھے۔ اور بریج کا قلعہ مسخر کر کے وہاں کچھ فوج چھوڑ دی اور اپنی عنان توجہ دوسرے شہر کیطرف منعطف کی۔ اور گوا کے کافر (پرتگالی) گورنر سے امداد طلب کر کے وعدہ کیا کہ ان خدمات کے صلہ میں گجرات کے ساحلی بندرگاہ یعنی۔ دامان۔ سورت۔ بریج۔ قطبئی۔ سومنات بنگلور اور فرمیان پرتگالیوں کے حوالہ کر کے خود درمیانی ملک کے اندر چلا جائیگا

(بقیہ) کوتوال قلعہ کا حاکم اور نیز پولیس ہے۔ یہ ترکی لفظ کوت۔ گار۔ دسنے نکلا ہوا ہے لے اصل کتاب میں خورفارید ہے جو میں نے کبھی نہیں سنا لے چتر قالدرمش کے لفظی معنی چھپا تا کرنے کے ہیں جو ہندوستان میں شہنشاہیت کا نشان ہے سے زیادہ تر صحیح نام بروتش ہے یہ صوبہ گجرات میں سورت کے شمال و مشرق کی جانب نربدہ کے دائیں کنارہ پر واقع تھا اور زمانہ قدیم سے (احمد آباد کے مسلمان حکام کے تابع چلا آیا ہے۔ اور پرتگالیوں نے دو دفعہ اسکو لوٹا تھا (یعنی ۱۵۳۶ء و ۱۵۴۶ء میں)

سلطان احمد نے فوراً فوج جمع کرکے برج پر چڑھائی کرنیکا ارادہ کیا۔ اور جب ہمارے پہنچنے کی خبر اوس کے کانوں میں پہنچی اوس نے ہماری فوج کے دو سو توپچی اور دیگر آدمی لیکر برج پر دھاوا کردیا۔ اور ہم جو آدمی پیچھے رہ گئے تھے۔ اون پر گوا۔ ونیو۔ شیول۔ کمبائی اور پرویڈر کے پانچ کافر کپتانوں نے ملکر حملہ کیا۔ اُن کے پاس سات بڑے گیلن جہاز اور اسّی غراب جہاز تھے۔ ہم نے ساحل پر جاکر اپنے خیمے نصب کردیئے۔ اور مورچے قایم کرنے میں مصروف ہوگئے۔ اور پورے دو ماہ لڑائی کی واسطے تیاریاں کرنے میں مصروف رہے۔ اسی اثناء میں ظالم نصیر الدین نے جو کفار کے ساتھ ملگیا تھا۔ مجھے ہلاک کرنے کے واسطے اجیر قاتل مامور کئے۔ مگر جب گارڈ کے سپاہیوں نے اون کو دیکھ لیا یہ فوراً بھاگ گئے۔ دوسری دفعہ اس نے میرے کھانے میں زہر ملانے کی کوشش کی۔ مگر سورت کے کوتوال کو اوس کی بھنک پڑگئی۔ اور اس کے ڈانٹنے پر دشمنوں کی یہ سازش بھی ملیا میٹ ہوئی۔ اسی اثناء میں سلطان احمد نے برج کا قلعہ مسخر کرکے اپنے دو افسر خداوندا اور جہانگیر نام فیل اور افواج دیکر سورت کو روانہ کئے اور خود احمد آباد کو گیا۔ جہان احمد کے ایک نوجوان رشتہ دار احمد نام نے علم بغاوت ملند کیا ہوا تھا۔ باغی کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ جسمیں باغی بذات خود مجروح ہوا۔ اور اسکا ایک علی رکن کام آیا اور اس کی فوج شکست کھا کر دم بھاگ گئی سلطان احمد پھر تخت نشین ہوا۔ اور چونکہ نصیر الملک بوجہ تکالیف اور لگاتار مصائب کے بوجھ سے راہی ملک بقا ہوگیا تھا۔ لہذا گجرات میں امن وچین بحال ہوا۔

جب کفار کو اسکا علم ہوا انہوں نے خداوند خان کو بذریعہ سفیر کہلا بھیجا کہ ہمیں سورت کے لینے کا چنداں خیال نہیں۔ صرف مصری امیر البحر یعنے راقم کے ساتھ خاص عناد ہے۔ اگر اوس کو حوالہ کردو تو پھر کوئی تنازع باقی نہیں رہتا۔ مگر اون کی یہ التجا قبول نہوئی۔ میرے سپاہی سفیر کو بلاشبہ ہلاک کردیتے۔ مگر میں نے اون کو سمجھایا کہ ہم غیر سرزمین میں ہیں اور ہم سے ایسی حرکت کا سرزد ہونا نہائیت نازیبا ہے۔ پیچھے مجھے معلوم ہوا کہ میرے جہازوں سے ایک کافر نے بھاگ کر سفیر کے جہاز پر ملازمت اختیار کرلی ہے۔ یہ شخص ہمارے حالات سے خوب واقف تھا۔ اُس نے عید قربانی کے مقدس یوم کے

ہماری روانگی کو ملتوی کرانے کا ذمہ لیا تھا۔ جب میرے آدمیوں کو اس کے اس فاسد ارادہ کا علم ہوا۔ اونہوں نے سفیر کے جہاز پر حملہ کرکے کافر مذکور کو پکڑ کر سفیر کی سامنے تہِ تیغ کیا۔ جس سے سفیر کے حواس باختہ ہوئے۔

گجرات میں کھجور کے قسم کا ایک درخت ہے جس کو تاڑ اگاجی کہتے ہیں۔ اوسکی اوس کی شاخوں کے ساتھ پیالے لٹکا کر جب شاخ کو کاٹ دیا جاتا ہے تو اس کی بیچ سے میٹھے رس فوارہ بہنے لگتا ہے۔ اور جب پیالہ کو بھر کر تمازت آفتاب میں رکھدیتے ہیں۔ یہ عوزہ عجیب و غریب شراب میں بدل جاتا ہے۔ لہذا ان درختوں کے نیچے ہمیشہ لکڑی کے پیالے رکھے رہتے ہیں۔ اور سپاہی وہاں جاکر شوق سے منشی عرق پیتے ہیں۔ میرے چند سپاہیوں نے اس عرق سے سرشار ہوکر اپنے سردار کو ہلاک کرنیکا ارادہ کیا حتے کہ ایک روز ایک بدمذہب رند نے جسکا نام گمو تھا بعد غروب آفتاب سرکشیش سردار حسین آغا پر حملہ کیا۔ چند ہمراہی اوس کی مدد کو دوڑے گئے آخر کار ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی جسمیں دو سپاہی مجروح ایک شخص حاجی مہدی نام ہلاک ہوا۔ اس معرکہ کے بعد سپاہیوں نے میری جانب متوجہ ہوکر مجرموں کو سزا دینے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن میں نے پھر اون کو بتایا کہ ہم غیر ملک میں غیر بادشاہ کی سلطنت میں ہیں۔ جہاں ہمارا قانون مروج نہیں اسپر انہوں نے شور مچانا شروع کیا کہ "یہ کیا کہا! ہمارے بادشاہ کا قانون ہر جگہ مروج ہے۔ آپ ہمارے امیر البحر ہیں لہذا ہمارے قانون کے مطابق انصاف کریں۔ ہم جلاد بننے کو تیار ہیں! اسپر میں نے کلام مجید کے مطابق فیصلہ کیا جسمیں فرمایا گیا ہے کہ "آنکھ کے بدلے آنکھ۔ ناک کے بدلے ناک۔ کان کے بدلے کان وغیرہ وغیرہ"

قاتل ہلاک کیا گیا۔ اور سپاہیوں میں امن چین ہوا۔ جب بیگ کے امراء کو اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ اونہوں نے اس سے سبق سیکھا۔ اور سفیر فوراً سواری لے کر سلطان احمد کے پاس گیا۔

میری فوج کبیدہ خاطر ہو رہی تھی۔ سورت میں خداداد خان سپاہیوں کو ساڑھے بارہ یومیہ دیتا رہا۔ اور بروچ میں عادل خاں نے اسی قدر رقم دی۔ آخر کار یہ بیتاب ہوکر بول اٹھے کہ "دو سال سے ہمیں کوئی تنخواہ نہیں ملی۔ ہمارا اسباب تباہ اور جہاز

غارت ہوگئے ہیں۔ اور باقی جہازوں کے پیندے بوسیدہ پڑے ہیں لہذا مصر کیجانب ہماری واپسی قریباً ناممکن ہوگئی ہے۔ اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ ان کی بڑی تعدادنے گجرات میں ملازمت اختیار کر لی۔

بچے کھچے جہاز اور ان کے آلات خداداد خان کے حوالہ کرکے اون کی قیمت مقرر کیگئی۔ اور اس کو تاکید کی کہ یہ رقم بہت جلد سلطنت عثمانیہ کی خدمت میں بھیجدے ہو۔

میں اسبارہ میں خداداد خان اور عادل خاں سے تحریر لیکر احمد آباد[۵۱] کیجانب روانہ ہوا۔ اس وقت سال سنہ ۹۶۲ھ (اخیر نومبر سنہ ۱۵۵۴ء) میں ماہ محرم کا آغاز تھا اور مصری جان نثاروں کا کتخدا (چیف افسر) مسمے مصطفے آغا اور توپچیوں کا کپتان علی آغا میرے ساتھ تھے۔ یہ دونوں صاحب آخری لمحہ تک اپنے بادشاہ کے جان نثار رہے۔ اور قریباً پچاس اور متفرق آدمی میرے ساتھ تھے۔ چند یوم میں ہم مقام برج بیلوترا[۵۲] پہنچے اور وہاں سے آگے چمپانیر[۵۳] پہنچے۔

راستہ میں ہمیں عجیب و غریب درخت نظر آئے۔ جن کے چتر آسمان سے باتیں کرتے تھے۔ اور اون کی شاخوں کے ساتھ غیر معمولی قد کے چمگادڑوں نے ہجوم کیا ہوا تھا اون کے بازوؤں میں چالیس چالیس پھیلاؤ تھے۔ درختوں میں یہ عجیب بات نظر آئی کہ اونکی جڑھیں شاخوں سے اتر کر زمین میں دھنسی ہوئی تھیں۔ اون سے نئے درخت پیدا ہوگئے تھے اسی طرح ایک درخت سے دس سے لیکر بیس تک نئے درخت جمے ہوئے نظر آئے۔ طوبیٰ[۵۴] کے درختوں کے سایہ میں ایک ایک ہزار آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ علاوہ ان کے ہمیں نئ قوم کے بھی بہت درخت دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہا۔ طوطوں کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ یہ ہزار ہا ہر روز شام کے وقت ہمارے کیمپ کے گرد جمع ہو جایا کرتے تھے۔ اوہنوں نے اپنے بچے گود میں اٹھائے ہوئے رکھتے

۵۱ احمد آباد۔ اس کے صوبہ کا بڑا شہر بمبئی سے ۳۰۰ میلوں کے فاصلہ پر شمال میں واقع ہے۔

۵۲ زیادہ تر صحیح بلوترا ہے۔ یہ قصبہ جودھپور راجپوتانہ میں ہے۔ ۵۳ چمپانیر پہاڑی قلعہ ہے بمبئی کے شمال و مشرق میں ۲۵۰ میلوں کے فاصلہ پر واقع ہے ۵۴ طوبیٰ کے درختوں کا مقابلہ کرو جو اسلامی بہشت میں ملینگے۔

یہ ہمیں دیکھکر اس طرح منہ بناتے تھے کہ اون کو دیکھ کر خواہ مخواہ ہنسی آتی تھی اور ہمیں جہاں شاہ کی کہانیاں یاد آتی تھیں جنمیں لکھا ہی کہ یہ حیوان مل جلکر رہتے ہیں۔ مگر یا ذکا کوئی سردار نہیں ہوتا۔ رات کے وقت اپنے اپنے ٹھکانوں میں چلے جایا کرتے تھے۔

کئی گردشوں کے بعد آخر ہم محمود آباد[1] پہنچے۔ اور وہاں سے آگے پچاس لیگ کی مسافت طے کر کے گجرات کے دارالخلافہ احمد آباد میں آئے وہاں مینے سلطان اور اس کے وزیر اعظم عمدالملک اور دیگر ارکان سلطنت کے ساتھ ملاقات کی۔ سلطان میری سندیں دیکھکر بہت تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ اور ہماری بادشاہ کی نسبت عقیدتمندی کا اظہار کیا اور مجھے ایک گھوڑا دس شتر[2] اور سفر کے واسطے زاد راہ دیا۔ جو کس واقع مضافات احمد آباد میں مینے شیخ احمد مغربی کے مقبرہ کی زیارت کی۔ ایک روز جب میں عماد الملک کے محل میں تھا۔ میں کافر سفیر کو بلا اور ہمارے مہمان لولو کو اس نے یوں مخاطب کیا۔ ہمیں سلطان روم کی بہت ضرورت رہتی ہے۔ ہماری ملک کی جہاز اون کی سلطنت کے بندرگاہوں میں بے روک ٹوک جاتے ہیں۔ اگر ہمیں ایسا کرنے کی اجازت نہو تو ہماری بڑی درگت ہو علاوہ اس کے یہ اسلامی دنیا کے بادشاہ ہیں۔ لہذا آپ ہمسے ہرگز اس بات کی توقع نرکھیں کہ ہم اون کے امیر البحر کو آپ کے حوالہ کرینگے " میں یہ سنکر مارے غصے کے جامہ سے باہر ہوگیا " آپ زبان بند کیجئے۔ تم نے مجھے یہاں لوٹے پھوٹے بیڑے کے ساتھ دیکھکر میری کمزوری کا یہاں تک تذکرہ کیا ہے۔ میں قادر مطلق کے نام قسمیہ کہتا ہوں کہ تم بہت جلد سرحزبی نہیں گو ابھی سلطان المعظم کے فاتح

---

[1] قرآن شریف میں لکھا ہی کہ زقوم کا درخت صرف دوزخ میں پیدا ہوتا ہے [2] اب اس نام کا ایک شہر صرف اودہ میں ہی گجرات میں نہیں۔ گٹ بیر قطار۔ یعنی شتروں کی ایک نیم قطار۔ یعنی دہ شتر

[3] یہاں ایک عجیب تقلم ہے۔ غالباً یہ اُس زمانہ کا ترکی زبان میں بحری گیت ہے جسکا مفہوم یہ ہی ہم دور دراز سمندروں میں پکار لگاتے ہوئے اپنے دشمنوں کو مضطرب کرتے ہیں۔ انتقام لو نعرہ ہمارا ہے۔ کیونکہ خیر الدین کے لشکری ہیں۔ خیر الدین پاشا ہندوں سلیمان کا مشہور و معروف امیر البحر تھا جو یورپ میں باربا روسا کے نام سے مشہور ہے۔

جھنڈے کے آگے سرنگوں دیکھیدگا۔" کافر نے اسکا یوں جواب دیا " اس کے بعد تمہارا جہاز کوئی پرندہ بھی ہندوستان کے بندرگاہوں سے اڑنے نہیں پائے گا۔" اسپر مینے کہا کہ سمندر کے راستہ سے ہی گذرنا ضروری نہیں خشکی کی جانب سے بھی راستے موجود ہیں۔" اسکے بعد یہ خاموش ہوگیا بحث ختم ہوئی ❊

اس کے چند روز بعد سلطان احمد نے مجھے صوبہ بروچ کی کمان لینے کا ایماء کیا جسکی آمدنی بہت معقول تھی مگر مینے انکار کردیا اور کہا کہ اگر مجھے کل خطۂ زمین بھی ملجائے تاہم میں یہاں ہرگز نہیں ٹہیروں گا۔ ایک روز خواب میں مجھے خلیفہ مرتضےٰ علی کرم اللہ وجہہ نظر آئے۔ کاغذ کا ایک پرچہ میرے سامنے پڑا تھا۔ اسپر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مہر چپاں تھی۔ گویا میری مدد کے واسطے یہ خدا کی مہر تھی اور میں بے کھٹکے ہر جگہ جا سکتا تھا۔ اور اس کی طاقت سے تمام اجنبی سمندر میرے زیر اقتدار تھے۔

دوسرے روز مینے اپنا خواب اپنے رفقا کو سنایا یہ سب خوش و خرم ہوئے اور مینے رخصت ہونے کے واسطے اجازت مانگی۔ حاکم نے ہمارے بادشاہ کی خاطر میری استدعا قبول کی ❊

بانیان کی اس سرزمین کے فضا میں ایک فرقہ بٹ یا بہٹ[۵۱] کے نام سے مشہور ہے۔ اور اوسکا کام یہ ہے کہ سوداگروں اور سیاحوں کو ایک مقام سے دوسرے مقام میں بحفاظت پہنچا دیتا ہے اور تہوڑے سے معاوضہ میں ان کی جان و مال کا کفیل ہوا کرتا ہے۔

اگر راجپوت[۵۲] یعنے اس سرزمین کے سوار لشکری اون کے قافلہ پر حملہ کریں تو یہ بہٹ اپنے سینوں پر خنجر رکھکر کہتے ہیں کہ اگر کسی کو ذرا بھی آسیب پہنچا تو یہ خودکشی کر لینگے۔ چونکہ راجپوتوں کو ان کی بہت عزت مدنظر ہوتی ہے۔ لہذا یہ اپنے فاسد ارادہ سے باز آجاتے ہیں۔ اور کاروان صحیح و سالم نکل جاتے ہیں لیکن اگر کبھی ڈاکو اپنی حرکت سے باز نہ آئیں اور کاروانوں پر دست تطاول دراز کریں تو بہٹ بلاشبہ خودکشی کرلیتے ہیں۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ اونکی دہمکی محض دکھاوا

۵۱: اصل کتاب میں بامی لکھا ہے غالباً یہ کتابت کی غلطی ہے جسے برہمن مقصود ہے ۵۲ راجپوت جنکا اصل غالباً یونانی نسل سے ہے ❊

نہیں ہوتی۔ اور جب نوبت یہانتک پہنچے تو قہر ربانی کا نازل ہونا سمجھا جاتا ہے
لہذا اس جرم کا مرتکب ہی ہلاک نہیں کیا جاتا - بلکہ راجپوت حاکم اس کے
بیٹے اور بیٹیوں تک ہلاک کرنے سے اسکا قصاص لیتے ہیں چنانچہ احمد آباد
کے مسلمانوں نے دو بہٹ ہمارے ساتھ کر دیئے تھے۔ اور سال مذکور کے ماہ صفر
کے اوسط میں ہم نے خشکی کی راہ سے ٹرکی سفر اختیار کیا۔

پانچ یوم میں بذریعہ گاڑیوں کے پٹنہ[1] پہنچے۔ اور رستہ میں پٹنہ کے پیر
شیخ نظام کا مقبرہ دیکھا۔ یہاں شیر خان اور اس کے برادر موسی خان نے راد ہنپور[2]
کے حاکم بلوچ خان کے ساتھ لڑنے کے واسطے فوج جمع کی ہوئی تھی۔ انہوں
نے اس خوف سے کہ مبادا ہم ان کے دشمنوں کے ساتھ مل جائیں لڑائی کے ختم
ہونے تک ہمیں وہیں ٹھیرانا چاہا۔ مگر ہم نے ان کو یقین دلایا کہ ہم یہاں کسی کی مدد
کے واسطے نہیں آئے۔ ہم بآرام اپنی منازل سفر طے کرنا چاہتے ہیں۔ او سا بارہ میں
وہاں کے حاکم سے پروانہ لیا - وہ ہمیں اجازت دینے کے واسطے رضامند ہوئے -
اور پانچ روز کے بعد ہم راد ہنپور پہنچے۔ وہاں ہم محمود خان سے ملا۔ مگر وہ بہت بری
طرح پیش آیا۔ اور ہمیں سفر کی اجازت دینے سے پہلے ہمارے تین آدمیوں کو جبرا
روک رکھنے پر مصر ہوا۔

راستہ میں ہمیں بعض دوست راجپوت ملے انکا بیگ شفقت و مدارات
سے پیش آیا اور مجھے مفت پروانہ راہداری عنایت کیا - ہم نے شتر کرایہ پر لئے
اور احمد آباد کے لوگوں نے جو بہٹ ہمارے ساتھ کئے تھے اون کو رخصت کر کے
ہم نے آئندہ سفر شروع کیا ؛

ہفتم

صوبہ سندہ میں ہم پر کیا افتاد پڑی

یکم ربیع الاول کو روانہ ہو کر ہم دس یوم کے بعد راجپوتان کے قصبہ

---

[1] یہ پٹن نام کا شہر واقعہ بنگال نہیں ہو سکتا کیونکہ زیادہ تر جنوب میں واقعہ ہے اور یہاں احمد آباد سے پانچ یوم میں
نہیں پہنچ سکتے۔ [2] راد ہنپور اس نام کی ریاست کا دار الخلافہ احاطہ بمبئی میں واقعہ ہے ؛

پارکر[۵۱] میں پہنچے۔ یہاں کفار نے ہمیں گھیر لیا۔ مگر شکر ہے کہ پروانہ ملاحظہ کرانے اور کچھ نذرانہ دینے پر ہماری سر سے بلا ٹلی۔ مگر اس کے بعد ہم کبھی غافل نہوئے۔ اور خطرہ کا مقابلہ کرنے کے واسطے برابر تیار رہے۔ چنانچہ دوسرے روز ہی معاً راجپوتوں کے ایک دستہ نے ہمارا راستہ روک لیا اور دل کھولکر لڑائی شروع کر دی میں نے حکم دیا کہ شتروں کو فوراً بٹھا کر اپنے گرد حلقہ بنا دو۔ اس کے بعد چاروں طرف سے آگ برسنے لگی۔ کفار اس مقابلہ کے واسطے تیار نہیں تھے۔ لہذا انہوں نے پیغام بھیجا کہ ہم لڑائی کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ہمیں صرف محصول لینا مدنظر ہے۔ اسکا میں نے جواب دیا کہ ہم سوداگر نہیں ہمارے پاس صرف ادویات اور مہرے[۵۲] ہیں جن کی بابت ہم محصول ادا کر چکے ہیں۔ اگر ہمارے پاس قابل محصول شئ ہوتی تو ہم بڑی خوشی سے اوس کی بابت ادا کرتے۔ اسکا حملہ آوروں کے دلوں پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ اور یہ ضد سے باز آ گئے اور ہم قریباً دس یوم دشت و بیابان طے کرتے ہوئے ونگا[۵۳] میں پہنچے جو سندھ کا سرحدی شہر ہے۔ یہاں ہم نے نئے شتر کرایہ پر لئے۔ اور پانچ روز چلکر جونا[۵۴] اور بگہی فیتہ میں پہنچے۔ اس وقت سندھ کے تخت پر شاہ حسین مرزا متمکن تھا۔ اس نے چالیس برس حکومت کی۔ لیکن پچھلے پانچ سالوں میں یہ بیمار ہو گیا تھا (اصل کتاب میں ہم تن لکھا ہے جس کے معنے بیمار کے ہیں) اور گھوڑے کی سواری کرنے کے ناقابل تھا۔ اور دریائے سیہون[۵۵] میں بذریعہ جہاز سفر کر رہا تھا۔

اسوقت سندھ کے دارالخلافہ ٹھٹا[۵۶] کے کمانڈر مسمے عیسلے طرخان نے شاہ حسین کے چند لائق افسروں کی تعداد کو ہلاک کر کے شاہی خزانہ پر ہاتھ صاف کیا۔ یہ

---

[۵۱] زیادہ تر صحیح پرکار یا گاذ پرکار ہے یہ پریزیڈنسی ممبئی میں ضلع اور شہر ہے [۵۲] مہرہ ایک پتھر ہے جو سانپ کے سر سے نکلتا ہے اور اسکے عجیب و غریب خواص ہوتے ہیں۔ کئی فقیر تجارت کیواسطے اپنی کمر و منیں باندھے رہتے ہیں اور نادان انکی بھاری قیمت ادا کر دیتے ہیں [۵۳] معلوم نہیں شہر ونگہ کہاں ہے البتہ پریزیڈنسی ممبئی کی ضلع کاٹھیا وار میں وانا واقع ہے [۵۴] جونا گڑھ کاٹھیا وار کا صوبہ اور شہر ہے [۵۵] سیہون یعنی سندھ میں م

[۵۶] ٹھٹ یا نگر ٹھٹ ضلع کراچی میں واقعہ ہے م

یہ اسوقت نصیر آباد کے قلعہ میں جمع تھا اور نقدی اپنے آدمیوں کو تقسیم کر کے اپنے آپکو ہمایوں شاہ کے نام سے مشہور کیا ۔ لفظی معنے یہ ہیں کہ جمعہ کی روز اپنے نام کا خطبہ پڑھوا کر نقارہ[1] بجانے کا حکم دیا ۔ اسپر شاہ حسین نے اپنے وسرم بہانی سلطان کو بری افواج کا کمانڈر مقرر کر کے خود چار سو جہازوں کے بیڑے کیساتھ باغیوں کی سرکوبی کے واسطے نکلا ۔ جب اوس کو میرے آنے کی خبر ملی نہایت تعظیم سے میرا استقبال کیا ۔ اسوقت ربیع الثانی کا آغاز تھا ۔ اوس نے مجھے تیوہاری[2] خلعت فاخرہ دی ۔ اور ہمیں خدائی کے بھیجے ہوئے لشکر[3] کے نام سے یاد کیا ۔ اور سب سے بڑھکر بندر لاہوری یا دیولی سندھ کی گورنری دینے کی آمادگی ظاہر کی ۔ مگر مجھے انکار کرنا پڑا ۔ لیکن جب میں نے اپنا سفر جاری رکھنے کے واسطے اجازت مانگی تو مجھے سمجھایا کہ جب تک اس مہم کا کامیابی کے ساتھ اختتام نہو رخصت ہونے کی نسبت ہماری درخوست منظور نہیں ہو سکتی ۔ اسنے ہمارے سلطان المعظم کے حضور میں بھی ایک مراسلہ ہمارہ میں تحریر کیا ۔ غرض کہ جبتک اس کو عیسیٰ خان کے ساتھ ہماری شامل نہونے کا کامل الیقین نہ آیا اوس کو کسی کروٹ چین نہ آیا ۔ مسلمانوں نے ہر چند عذر کیا کہ ہمارے اسلحہ[4] سے انکو کوئی آسیب نہیں پہنچ سکتا ۔ لیکن اس کا مطلق اثر نہوا ۔ اور انہوں نے جواب دیا کہ "کیا ہم سب ایک قوم سے نہیں اور کیا ہمارے پسر اور بھائی باغی فوج میں نہیں ۔ ؟" ۔ یہ بالکل صحیح تھا ۔ میں شیخ عبدالوہاب سے ملا ۔ اونہوں نے مجھے برکت دی ۔ اور شیخ جمالی اور شیخ میری کے مقبروں کی بھی زیارت کی ۔

مہم مذکور ایک ماہ جاری رہی ۔ مٹی کے بند بنا کر اونپر توپیں نصب کی گیئں مگر چونکہ ٹھٹھا ایک جزیرہ میں واقعہ تھا ۔ لہذا ان کی گولی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی تھی ۔ تاہم جانبین میں جانوں کا بہت نقصان ہوا ۔ اخیر میں مصالحت کی ٹھہری

---

[1] نقارہ جو نوازوں کا مجمع پہلے وسطی ایشیا میں شہنشاہیت کا نشان تھا ۔

[2] سرپائی ویرلک = تیواروں پر خلعتوں کی تقسیم [3] ادمینز لنگر غیب قولوب = اسنے ہمارا غیبی فوج نام رکھا ہے [4] توفنگلر یکزدہ مہرہ اولمز سون = کوئی سانپ کے سر کا مہرہ نہیں ہو جاتا یعنی تمہاری اسلحہ میں جادو نہو ۔

میر عیسیٰ نے ہمایوں بادشاہ کا ساتھ چھوڑ کر حسین مرزا کی اطاعت میں آیا۔ اور اپنے پسر کو تحائف دیکر اوس کی خدمت میں روانہ کیا۔ قطع نظر اس کے حسین مرزا نے باقی خزانہ جو میر عیسیٰ نے اپنے لشکریوں کو تقسیم کیا تھا میر صالح کو دیدیا۔ عیسیٰ اپنے پہلے عہدہ پر مامور کیا گیا اور مرزا نے وزیر مولی یاری کی معرفت اوس کی فرمانبرداری کی بامنابطہ قبولیت کا پیغام بھیجا۔ اور نیز فتح بیگی بڑے نشان بردار کی معرفت ایک نقارہ بھی بھیجا۔ اور ارغون اور ترکھان فرقوں سے دس باغیوں کو جیلخانہ سے رہائی دی۔ یہ میر عیسیٰ کے ساتھ ملگئے تھے۔ میر عیسیٰ نے اپنی جانب سے حسین شاہ کی بیوی حاجی بیگم کو بھیجدیا۔ اور جمادی الاوّل کے آغاز میں سلطان محمود خشکی کی راہ سے اور شاہ حسین سمندر کی راہ سے بکر میں پہنچا۔ شاہ حسین کی بیوی کو واپس آئے ہوئے دس وز ہی گذرے تھے کہ یہ راہی ملک بقا ہوا۔ عام خیال تھا کہ اوس عورت نے اوس کو زہر دیدیا تھا۔

سلطان محمود نے بعد وفات اپنے باپ کے جائیداد کے تین حصے کیے ایک حصہ متوفی کی بیگم کے واسطے۔ اور دوسرا اُسنے ایک خوجہ کی وساطت سے میر عیسیٰ کو بھیجدیا۔ جہاز ٹاٹا کو روانہ کیا گیا۔ اُس نے اپنا ایک جہاز مجھے عاریتاً دیا۔ اور خود گھوڑے شتر اور دیگر ضروری سامان بہم پہنچا کر خشکی کے راستہ بکر کو لوٹ گیا جب مرزا کا جہاز مع اوس کی بیوی اور پچاس جہازوں کے ٹاٹا کو جارہا تھا سپاہیوں نے باقی جہازوں پر حملہ کرکے اون کو لوٹ لیا۔ ملاح بھاگ گئے اور ہم مسافروں کو مجبوراً جہازوں کی کمان لینی پڑی۔ جب چغتائیوں (وسطی ایشاؤں)[۱] نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ہم اسلحہ چھوڑ کر اپنی جانیں بچانے کے واسطے بھاگ گئے اور آخر کار دس یوم سمندر کا مقابلہ کرکے نصیر لوپہ[۲] کی راہ لی۔ اس شہر کو راجہ یعنے راجپوتوں کا تبے پہلے لوٹ چکا تھا۔

ہم نے سنا کہ میر عیسیٰ دس ہزار جوانوں کے ساتھ سلطان محمود کے تعاقب میں ہے اور اُسکا پسر میر صالح اسّی جہازوں کے ساتھ ہمارے پیچھے چلا آرہا ہے

[۱] یہ وسطی ایشیا کے مشہور جنگجو قوم ہے۔ جنکی اولاد کو لوگ بابر کیساتھ ہند میں آئے تھے ٭

[۲] نصیر لوپہ اب نصیر آباد ہوگیا ہے۔ یہ سنبہ صد میں کئی مقامات کا نام ہے ٭

یہ خبر متوحش تھی۔ لیکن مینے فوراً لوٹنے کا ارادہ کیا۔ ہم سب ملکر دیر تک دعائیں مانگتے رہے۔ اور پھر ٹاٹا کو لوٹے۔ اور تیسرے روز میر صالح کے پاس سے سمندر میں گذری۔ میں چند تحائف لیکر اوس کے جہاز پر گیا اور اوس نے دریافت کیا۔ کہ ہم کہاں جاتے ہیں۔ مینے جواب دیا کہ آپ کے والد ماجد کے ساتھ جاتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میرے ساتھ واپس چلو۔ مینے کہا کہ ہمارے ساتھ ملاح نہیں ہیں۔ اوس نے اپنے پندرہ ملاح میری پاس بھیج دیئے۔ لہٰذا ہم واپس لوٹنے کو مجبوراً ہوئے۔ اس طرح ہمیں دس روز اور بسر کرنے مشکل ہوگئے۔ ایک روز مجھے میر عیسیٰ کیساتھ سندھ کے چھوٹے قصبہ میں ٹھیرنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ہمیں مرزا مرحوم کے چند پرانے طرفدار ملے۔ جو لڑائی سے تھک کر صلح کے خواستگار تھے میر عیسیٰ نے میری بہت عزت کی اور گذشتہ باتوں کو صلواۃ کہکر مجھہ سے چند روز اپنے پاس ٹھیرنے کی التجا کی اور کہا کہ میں عنقریب اپنے پسر میر صالح کو ہمایوں بادشاہ کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں۔ آپ اس کی حفاظت میں باسانی سفر کر سکیں گے۔ اور یہہ بھی بتایا کہ سلطان محمود دم کو بکر سے آگے نہیں جانے نہیں دیگا یہ فرخ مرزا کا پسر ہے اور بادشاہ ہونا چاہتا ہے۔ اوس کی یہ بات میری خواہش کے مطابق نہیں تھی۔ میں اپنا سفر جاری رکھنا چاہتا تھا اور اس سے کہا کہ جو جہاز ہم سے لئے گئے ہیں وہ ہمیں واپس ملجائیں اور نیز ایک قاصد آگے بھیجدیا جاوے۔ امید ہے کہ خدا کی مدد سے وہ یعنی سلطان محمود غالباً بادشاہ دہمایوں) کی اطاعت قبول کریگا اور اسطرح امن قائم ہو جاوے گا۔ عیسیٰ نے یہ بات مان لی اور سات جہاز معہ ملاحوں کے میرے حوالے کر دیئے اور بادشاہ کو لکھا کہ اسے اپنے غیر متغیر وفاداری کا یقین دلائے اور ہم اپنے سفر پر رواں رہے۔ سمندر میں کھیلتی ہوئی ایک بڑی مچھلی اور کنارہ پر چلتی ملی۔ اور راستہ میں سنجھی اور دیگر لوگوں کے ساتھ جین کے ملک کے بیچ سے ہمیں گذرنا تھا۔ بارہا مقابلہ پیش آئے اور اس طرح ہم سیاوان[1] میں پہنچے اور تھوڑی دیر کے بعد پٹری اور دہلی کی سرحد

[1] شاید سیوان سے مراد ہے جو لوشہر میں سندھ پر واقع ہے۔ پٹری اب بمبئی بڑودہ اور وسطی ہند ریلوے اسٹیشن ہی لور کا ٹھیاوار کی ایک چھوٹی ریاست کا بھی نام ہے۔

سے بہکر پہنچے۔ یہاں مجھے سلطان محمود اور سلطان وزیر مولا یاری ملا۔ مینے کچھ کتابیں اوسکی نذر کیں۔ اور اسنے ہمایون کے تابع ہونا اور میر عیسے کیساتھ صلح کرنا منظور کیا۔ محمود حسین مرزا کی وفات میں نے تاریخی نظمیں لکھکر دو غزلوں کے ساتھ سلطان کے پیش کیں اور اس کے بعد سفر کرنے کے واسطے اجازت مانگی۔ ہماری درخواست منظور ہوگئی۔ چونکہ قندہار کیجانب راستہ سلطان بہادر خلف سلطان حیدر ازبک کی یورشوں سے غیر محفوظ ہوگیا تھا اور موسم گرما سر پر آگیا تھا سلطان نے ہمیں لاہور کی جانب سو بدرقوں کے ساتھ رخصت کرنیکا ارادہ ظاہر کیا۔ اور متنبہ کیا کہ راستہ میں جالوٹوں کے معاند فرقہ سے محتاط رہیں۔ میں خواہ کوئی راستہ پسند کرتا مجھے کچھ عرصہ انتظار کرنا لازم تھا۔ اور میں ایک ماہ برابر ٹھیرا رہا۔ ایک رات خواب میں میری ماں نے دکھائی دی اور کہنے لگی کہ حضرت فاطمہ نے مجھے خواب میں یہ مژدہ سنایا ہے کہ میں بہت جلد صحیح وسالم اپنے وطن میں پہنچنے والا ہوں۔

دوسرے روز جب مینے یہ خواب اپنے رفیقوں کو سنایا اون کا حوصلہ بڑھا اور سلطان سنتے ہی میری روانگی سے رضامند ہوگیا۔ اس نے مجھے ایک اعلیٰ درجہ کا گھوڑا اور دس بڑے بڑے شتر اور ایک چھوٹا خیمہ اور کچھ نقدی دی اور ہمایون کے نام سفارشی مراسلہ دیکر دو سو پچاس مہندی شتر سواروں کی حفاظت میں روانہ کیا اس طرح ہم اوسط ماہ شعبان میں روانہ ہوکر سلطان پور کی راہ سے سفر کرتے ہوئے پانچ روز میں قلعہ ماؤ پہنچے۔ چونکہ جاٹ بہت تکلیف دینے والے ہیں لہذا ہم نے جنگلستان کا راستہ چھوڑ دیا۔ اور ریگستانی اوجاڑ کو ترجیح دی۔ دوسرے روز ہم ایک چشمہ کے قریب پہنچے۔ مگر پانی نہ ملا۔ میرے کئی رفیق پیاس اور گرمی سے مضمحل ہوگئے مینے انکو اعلیٰ درجہ کی تریاق (افیون) کھلا دی اور دوسرے روز انکو افاقہ ہوا۔ یہ حال دیکھکر مینے یہ راستہ ترک کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور ہم ماؤ کو لوٹ آئے۔ کیونکہ مشہور ہے کہ

سے ہمارا مصنف جنگی اور ملاح ہی نہیں ہے بلکہ شاعر بھی ہے اور اکثر مشرقی ترکش یعنی چغتائی زبان میں لکھتا ہے چغتائی زبان ہندوستان میں عدالت اور کتب کی زبان ہے جس کی ہم ان نظموں کو غیر متعلق سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔

سے لفظ ملاق المرلکہا ہے جسکے معنی آوارہ گرد کے ہیں۔ ... کتاب میں خیمہ شامیانہ لکھا ہے ... جو ... کیا جاتا ہے

سے چونکہ کئی مقام سلطان پور اور ماؤ کے نام سے مشہور ہیں لہذا اس کا نقشہ سے شناخت کرنا مشکل ہے ... بہتر ... کی مراد ...

ئہ ابتہی نادان ہوتا ہے۔" ہمیں اُس ویرانہ میں چھپکلیوں کے برابر لمبے کیڑے نظر آتے رہتے۔ ہمارے بدرقے جنگل کے رہنے سے بہت ڈرتے تھے۔ اور مجھے اپنے آدمیوں کو بھی حوصلہ دلانا منظور تھا۔ لہذا میں نے دس بندوقچی آگے۔ دس وسط میں اور دس وسط میں اور دس کاروان کے پیچھے تعینات کردیئے اور اس طرح خدا پر متوکل ہوکر سفر شروع کردیا۔ اسطرح سندھی بھی ہمت کرکے ہمارے ساتھ ہولئے۔

اس طرح کئی خطرات برداشت کرنے کے بعد ہم دسویں روز اُچی[1] یا اوچی میں پہنچے اور شیخ ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوکر اون سے برکت لی۔ اور شیخ جلالی اور شیخ جمالی کے مقبرے پر بھی گیا اور ماہ رمضان کے شروع میں پھر سفر اختیار کرکے دریائے کارا یا کیرہ[2] پر پہنچا جسکو بذریعہ کشتیوں کے عبور کیا اور سندھ کے لوگوں نے ہمیں مچھوارہ[3] تک جانے کی اجازت دی یہ دریا بھی بذریعہ کشتیوں کے گذرے دوسری جانب پانچسو جاٹ ہمارے انتظار میں کھڑے تھے مگر ہمارے اسلحہ برداروں نے اونکو ڈراکر دور ہٹا دیا۔ اور وہ حصر کرنے سے باز رہے۔ ہم بے کھٹکے آگے بڑھے اور ۱۵ ماہ رمضان کو وارد ملتان ہوئے

ہشتم

ہندوستان میں میرے تجربات

ملتان میں میں شیخ بہاء الدین زکریا شیخ رکن الدین اور شیخ صدرالدین کے مقبروں پر گیا۔ اور شیخ محمد راجوی کی خدمت میں حاضر ہوکر برکت پائی۔ اور سلطان میران مرزا عیسیٰ سے سفر کرنے کی اجازت لیکر ہم لاہور کیجانب روانہ ہوئے اور سدکیری میں شیخ حامد کی خدمت میں حاضر ہوکر برکت پائی۔ اور ماہ شوال کے پہلے ایام میں ہم لاہور پہنچے ملک کی پولیٹکل حالت حسب ذیل تھی۔

---

[1] ہندوستان کے انگریزی سرکاری بڑے نقشے میں اُکش درج ہے۔ یہ چھوٹا قصبہ دریائے سندھ کی شاخ موسومہ ... کے مغربی ساحل پر واقع ہے۔ [2] آجکل کے نقشوں پر گھرا درج ہے جس نام سے متنازع بھی مشہور ہے۔ [3] اُچ اور ملتان کے مابین ایک دریا ترمیانام ہے مگر مچھورہ کہیں صحیح نہیں۔

شیر شاہ کے ایک پسر سلیم شاہ کی وفات کے بعد جو ہندوستان کا بادشاہ تھا
سکندر تغلق تخت پر متمکن ہوا۔ جب یہ خبر ہمایون کے پاس پہنچی یہ فوراً کابل سے
کوچ کر کے اپنی فوج کو ہندوستان لایا اور لاہور فتح کیا اور سرہند کے قریب
سکندر شاہ کا مقابلہ کیا۔ فتحیاب ہو کر کئی التواپ اور چار سو رتھوں کے علاوہ
چار سو ہاتھی قابو کئے۔ سکندر خان قلعہ مانکوٹ کو بھاگ گیا۔ اور ہمایون نے
شاہ عبد المعالی کو سپاہیوں کے ایک دستہ کے ساتھ اون کے تعاقب میں روانہ
کیا۔ اور خود ہمایون نے اپنے صدر مقام دہلی میں پہنچکر اپنے افسر مختلف مقامات کو
روانہ کئے۔ اوزبیگ اور سکندر خان کو آگرہ کیجانب اور دیگر افسروں کو
فیروز شاہ سنبل بیانہ اور کاروج کیطرف بھیجا۔ چاروں طرف جنگ چھڑ گئی۔ اور
جب میں لاہور پہنچا مراد شاہ گورنر نے جب تک میں ہمایوں بادشاہ سے نہ ملوں
آگے جانے سے روک لیا۔ اور میرے پہنچنے کی خبر بھیجکر مجھے دہلی کو روانہ کرنے کا
حکم منگوالیا۔ اس طرح برابر مہینہ ضائع ہوا۔ اور آخرکار ہم بدرقوں کے ساتھ
دہلی کیطرف روانہ کئے گئے۔ دریائے سلطان پور کشتیوں پر عبور کیا گیا۔ اور ہم لوگ
کے بعد فیروز شاہ[1] کی راہ سے ماہ ذلقعدہ کے اخیر میں ہندوستان کو دار الخلافہ
یعنی دہلی پہنچے۔ جب ہمارے پہنچنے کی خبر ہمایون کے گوشگذار کی گئی اوس نے خانخانان[2]
اور دیگر اعلے ارکان سلطنت چار ہاتھیوں اور ہزارہا لشکریوں کے ساتھ ہمارے
استقبال کے واسطے بھیجے۔ اور ہماری سلطان المعظم کی تعظیم و تکریم کے لحاظ سے
ہماری اعلیٰ درجہ کی خاطر تواضع کیگئی۔ اسی روز خانخانان نے ہماری خاطر
اعلیٰ درجہ کی دعوت تیار کرائی اور ہندوستان کے رواج کے مطابق جب شام
کا دربار منعقد ہوا میں بڑے تزک و احتشام کیساتھ شاہی محل میں لایا گیا۔ جب میں
بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے مختصر تحائف پیش کئے اور ہندوستان
کی فتح کے متعلق ایک تاریخی قطعہ اور چند غزلیں شہنشاہ کی نذر کیں جن سے
بادشاہ بہت محظوظ و مسرور ہوا۔ پھر میں نے سفر کرنے کے واسطے اجازت مانگی

[1] فیروزپور بھی کہلاتا ہے۔ جو پنجاب میں واقع ہے [2] یعنی خانخاناں کے خان جیسا
کہ میر میران فارسی میں ہے ۔

مگر میری یہ درخواست نامنظور ہوئی اور بجائے اس کے ایک کلور[1] اور ضلع خرچہ[2] کی گورنری میرے پیش کی گئی۔ مگر مینے انکار کیا اور رخصت ہونے کے واسطے اجازت مانگی جسکے جواب ملا کہ کم سے کم ایک سال رہنا ہوگا۔ اسپر مینے عرض کیا کہ "سلطان المعظم کے خاص فرمان سے میں کم بخت کفار کے ساتھ لڑائی کرنے آیا تھا۔ مگر ایک طوفان میں پھنس گیا اور میرا جنگی بیڑا ساحل ہند کے قریب لوٹ گیا۔ اب میرا فرض ہو کہ اپنے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر سب حال زبانی عرض کروں۔ مجھے امید واثق ہی کہ گجرات بہت جلد کفار کے ہاتھوں سے لیا جائیگا۔ ہمایوں نے یہ سُنکر قسطنطنیہ کو اپنا خاص سفیر روانہ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر میں راضی نہوا۔ کیونکہ اس سے سلطان المعظم کے دلمیں خیال پیدا ہوتا کہ گویا میں ہی اسبات کا محرک ہوا ہوں۔ لہذا میں اپنی درخواستوں پر مصر رہا۔ آخرکار بادشاہ نے میری درخواست منظور کی۔ اسپر اسقدر اضافہ کیا کہ اب تین ماہ برشکال[3] یعنے برسات کے ہیں۔ اور سڑکیں طوفان کے باعث ناقابل گذر ہیں۔ لہذا یہ ایام گذرنے کے بعد سفر اختیار کرسکتا ہوں۔ اس اثناء میں چاند اور سورج گرہنوں کا حساب کرتا رہوں اور وہاں کے نجومیوں کو آفتاب کی گردش اور خط استوا کے نکات پڑھنے میں مدد دوں۔ یہ سب کچھ ہو جانے کے بعد سفر مزید اختیار کرسکتا ہوں۔

یہ سب باتیں متانت سے قطعی طور پر مجھے سمجھائی گئیں۔ لہذا میں مجبور ہوا اور اپنی قسمت پر شاکر ہونے کے بغیر کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ اس لئے میں جھٹ پٹ کام میں مصروف ہوگیا۔ اور رات دن آرام نہ کیا۔ اور بجوم مشاہدات ختم کئے۔ مینے جھٹ پٹ ایک تاریخی نظم لکھی جو بالعموم مقبول ہوئی ایک روز دربار میں گفتگو کرتے ہوئے سلطان محمود والی بہار کا تذکرہ چھڑ گیا۔ مینے تحریک کی کہ اُس کے ساتھ عہدنامہ ہونا ضروری ہے۔ ہمایوں نے منظور کیا یہ دستاویز ضبط تحریر میں لائی گئی۔ اور شہنشاہ نے اپنی مشت زعفران میں تر کرکے

[1] صحیح کروڑ...... اور یہ ایک ملین پونڈ۔ [2] اصل کتاب میں پرگنہ خرچہ لکھا ہے۔ [3] برشکال غالباً ہندوستانی لفظ ہی۔ اصل کتاب میں کش یعنے سرما خراب موسم یا برسات۔ کش قیامت، بہت خراب موسم ۔

کاغذ پر نشان لگا دیئے۔ یہ طغرا[1] یا شاہی دستخط تھا اور دستاویز مذکور شاہ محمود کے پاس بھیجدی گئی ۔

سلطان بہت خوش ہوا اور پرائیویٹ خط میں اس تحریک کے واسطے میرا شکریہ ادا کیا۔ مینے یہ خط شہنشاہ کو ملاحظہ کرایا۔

اس واقعہ سے مجھے ایک غزل کہنے کے واسطے مضمون ملگیا۔ جسکو دیکھکر شہنشاہ بہت خوش ہوا اور مجھے میر علی شیر ثانی[2] کا لقب دیا۔ مینے اس لقب کے لینے سے انکار کیا۔ اور کہلا بھیجا کہ میں اپنے آپکو اس فخر کے قابل نہیں سمجھتا۔ کیونکہ میں انکا ایک ادنے دلدادہ ہوں۔ شہنشاہ نے اسکا جواب دیا کہ اگر ایک سال اور میں مشق کرتا رہا۔ تو چغتائی زبان کی نظموں کے لکھنے میں اوسکو بھلا دونگا۔ غرضیکہ ہمایوں نے میری نسبت اسقدر حسن ظن ظاہر کیا کہ میں اس کے بار گراں سے دب گیا۔ ایک روز میں شاہی تیر انداز مسمے خوشحال کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ یہ (نوجوان) بادشاہ کا خاص معتمد تھا۔ اور نظمی مباحثوں میں حصہ لیا کرتا تھا۔ اس نے مجھے دو غزلوں کا مضمون دیا۔ جو جلد ہندوستان میں عام پسند ہو کر زبانزد خاص و عام ہوئیں۔ ایک دوسرے شاہی رکن عبد الرحمن بے کی دوستی سے میری قسمت کا ستارہ زیادہ تر منور ہوا۔ اوسکو آفتابچی[3] کا لقب ملا ہوا تھا۔ پرائیویٹ زندگی میں یہ بادشاہ کا رفیق خاص تھا۔ اور نظمی مشاعروں میں بھی یہ شامل ہوا کرتا تھا۔ اور مینے دو غزلیں اوس کے حسب حال لکھیں۔

---

[1] طغرا یعنے شاہان ترکی دستخط کی ٹھیک نوعیت کی نسبت اختلاف رائے ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں یہ محض پھول بدیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یونہی ہاتھ کا نشان ہے۔ وسط ایشیا میں ترکش شہنشاہ خون میں ہاتھ بھگویا کرتے تھے۔ مگر بابر کی اولاد نے زعفرانی رنگ سے کام لینا شروع کیا۔

[2] میر علی شیر وسط ایشیا میں ایک نامور ترکش شاعر گذرا ہے۔ یہ ۸۴۴ھ (۱۴۴۰ء) میں تولد ہوا۔ اور ۹۰۶ھ (۱۵۰۰ء) میں فوت ہوا۔ اسکا تخلص نوا تھا۔ اوسکی نظمیں اندنوں میں بھی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔

[3] آفتابی۔ پانی کا برتن۔ آفتابچی پانی کا برتن اٹھانے والا۔ وسط ایشیا میں اعلی درباری عہدہ تھا اور مغلوں کے عہد میں بھی یہ لقب جاری رہا۔ توفند کے پہلے خوانین کو آفتابچی کا لقب سلطان ترکی نے دیا تھا۔

القصہ اندنوں نظمی شاعروں کا بڑا زور تھا اسلئے مجھے ہمیشہ بادشاہ کے حضور میں رہنا پڑتا تھا۔ ایک روز اُس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آیا ٹرکی کا ملک ہندوستان سے بڑا ہے؟ میں نے کہا کہ اگر ٹرکی سے حضور کی مراد خاص روم یعنے صوبہ سیواس[1] سے ہے تو بلاشبہ ہندوستان بڑا ہے۔ لیکن اگر ٹرکی سے سب ممالک مد نظر ہیں جو والیٔ روم کے تابع ہیں۔ تب تو ہندوستان اسکا دسواں حصہ بھی نہیں۔ ہمایوں نے کہا کہ میری سلطنت سے مراد ہے؟ میں نے جواب دیا۔ تو حضور جن ہفت اقلیم پر سکندر حکمران تھا یہ شاہ ٹرکی کی سلطنت میں سما سکتی ہیں۔ تواریخ میں سکندر کی زندگی اور سلطنت کے حالات درج ہیں۔ لیکن معقول طور پر یہ خیال میں نہیں آسکتا کہ وہ ان سب سلطنتوں پر قابض ہوگیا اور نہ نیز بذات خود حکمران رہا۔ کیونکہ آباد دنیا جو موجودہ آباد دنیا کا چوتھا حصہ ہے اوسکا دائرہ طول ۱۸۰ ڈگری اور خط استوا سے دائرہ عرض ۶۰ ڈگری ہے۔ نجوم کے حساب سے اوسکا رقبہ ۱۳۳۵۶۷۰۰ فرسنگ ہے۔ اسقدر وسیع سلطنت پر یہ ممکن نہیں کہ کوئی انسان بذات خود سلطنت کرسکے۔ ممکن ہے کہ ان اقلیم کا کچھ حصہ اس کے زیر نگین ہوگیا ہو کہ اندنوں سلطان روم کے زیر فرمان ہے۔ پھر اُن سے دریافت کیا کہ کیا سلطان ٹرکی ان تمام اقلیم کے حصوں پر قابض ہے؟ میں نے کہا بلاشبہ قابض ہیں۔ پہلا حصہ یمن دوسرا مکہ۔ تیسرا مصر چوتھا حلب پانچواں قسطنطنیہ چھٹا صفہ اور ہفتم کفہ اور وانیا[2] میں ہے۔ علاوہ ازیں ہر ایک میں سلطان المعظم اپنے حاکم اور قاضی مقرر کرتے ہیں جو ان کے نام سے حکومت کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے جب میں گجرات میں تھا وہاں کے سوداگروں سے مجھے پتا لگا تھا کہ دہلی والے اونکا بیان صحیح ہے یا غلط تھا جب ترکستانی سوداگروں نے چین میں ہندوستان کی حد کے روبرو سلطان المعظم

[1] مصنف کی مراد سیواس سے شاید روم کے پرانے مقام سے ہے لیکن ہند اور وسطی ایشیا میں روم سے بالعموم مغربی ایشیا یا بالخصوص سلطنت عثمانیہ مراد ہے۔

[2] چونکہ روسیوں نے وانیا کبھی فتح نہیں کیا تھا یہ عجیب ترکی امیر البحر کا مبالغہ تھا۔ اقصائے مشرق میں وانیا کے فتح کی خبر سنکر اعتبار کیا جاتا ہو کیونکہ وانیا پر سلیمان کی مہمات قریباً اسی وقت میں ہو رہی تھیں۔

سے نام کا خطبہ پڑھوانا چاہا۔ تو اونہوں نے خاقان چین کو اسکی جانب متوجہ کرکے کہا تھا کہ ہمارا سلطان مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ اور قبلہ (جسطرف نماز ادا کیجاتی ہے) کا بادشاہ ہے۔ لہذا اوسکا نام عید کی نماز میں شامل کرا یا جائے۔ گو خاقان چین غیر مذہب تھا تاہم سائلوں کی درخواست کو جائز سمجھکر اوس کو قبول فرمایا۔ بلکہ یہانتک کہا کہ خطیب کو معزز لباس پہناکر ہاتھی کی سواری پر شہر سے گذارا۔ اوسوقت سے لیکر شاہ ترکی نام عید کی نمازوں میں برابر چلا آتا ہے۔ میرا یہ سوال ہی کہ پہلے یہ فخر کسکو نصیب ہوا تھا شاہ (ہمایون) نے اپنے وزرا کیطرف دیکھکر کہا کہ بیشک شاہ ترکی ہی بادشاہ کہلانے کے حقدار ہیں اور سطح زمین پر صرف یہی اس وقار کے قابل ہیں۔

دوسرے موقع پر خان کریمیا کا تذکرہ آیا میں نے ریمارک کیا کہ یہ بھی سلطان المعظم کے زیر عہدہ جلیلہ پر ممتاز ہیں۔ مگر ہمایون نے کہا کہ اگر یہ صورت ہے تو خطبی کا خطاب اوس کو کہاں سے ملا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ مشہور بات ہے کہ ہمارے بادشاہ کو خطبی اور سکہ کا حق دینے کا اختیار ہے۔ اس بیان سے ہر ایک شخص کا اطمینان ہوا اور ہم سب نے ملکر اپنے بادشاہ کے حق میں دعائے خیر کی۔

ایک روز شہنشاہ نے ارادہ کیا کہ گھوڑوں کی سواری پر لاہور کے مقدس مقامات اور زیارات جاکر دیکھیں۔ میں اون کے ساتھ ہو لیا۔ ہم شاہ قطب الدین پیر دلی۔ شیخ نظام ولی۔ شیخ امام فرید شکر گنجی۔ میر خسرو[1] دہلوی اور میر حسین دہلوی کے مزارات پر گئے۔ جب میر خسرو کی نظمی تصانیف کا تذکرہ چلا۔ میں نے اون کے چند بہترین اشعار پڑھکر سنائے جن کا میرے دل پر بہت اثر ہوا۔ میں نے شہنشاہ کی جانب دیکھکر عرض کیا کہ میری مجال نہیں کہ میں میر خسرو کا مقابلہ کرسکوں ان اشعار نے میرے دل پر بہت رقت پیدا کی ہے۔ مگر پھر بھی میں اپنی نظم حضور کے پیش کرتا ہوں۔ ہمایون نے کہا بہت خوب سنائیے۔ میں نے ایک شعر پڑھکر سنایا جسکا مفہوم یہ تھا" بلا شبہ وہی بڑا آدمی ہے جو اپنی روزانہ روٹی پر قناعت کرے

[1] امیر خسرو دہلوی دہلی کے رہنے والے ہندوستان کے نامور شعرا میں سے تھے۔ ۶۵۱ھ (۱۲۵۳ء) میں پیدا ہوئے ۷۲۵ھ (۱۳۲۵ء) میں فوت ہوئے۔ انکی نظمیں فارسی میں ہیں جو اسلام کی اشاعت کے ساتھ ہند میں آئیں۔

کیونکہ ایسا کرنیوالا ہی روئے زمین کے شہنشاہوں سے بالا و برتر ہوتا ہے ۔ جو بادشاہ سنکر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ واللہ بڑا ہی اعلیٰ درجہ کا مضمون ہے۔ یہاں مجھے اپنی شاعری کا اظہار کرنا مد نظر نہیں بلکہ شہنشاہ کی قدردانی کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔

ایک دوسرے موقع پر میں شاہین بیگ کے ملنے کو گیا۔ شاہی مہر اس کے پاس رہتی تھی اور اسے درخواست کی کہ مجھے سفر کرنے کے واسطے اجازت لے دیں مینے خالی ہاتھ جانا پسند نہ کیا اپنی دو غزلیں اوس کے پاس لے گیا اور منت و سماجت سے کہا کہ میرے واسطے ضرور کوشش کریں۔ شاہین بیگ نے حتی الوسع کوشش کرنیکا وعدہ کیا اور ایک روز فی الواقع یہ مژدہ لایا کہ میری درخواست منظور ہو گئی ہے۔ موسم برسات ختم ہو چکا تھا مینے شہنشاہ کی خدمت میں عرضداشت بھیجی اور اسمیں دو غزلیں ملفوف کردیں۔ اس کے جواب میں مجھے صرف روانہ ہونیکی اجازت ہی نہ دی گئی بلکہ تحائف اور حفاظت کے واسطے راہداری کے پروانے بھی عطا کئے گئے۔

روانگی کے واسطے سب سامان تیار ہو گیا۔ اور ہمایوں نے شام کیوقت مجھسے ملاقات کی۔ جب میں اُن کے تفریحگاہ سے رخصت ہونے کو تھا موذن نے اذان دی بادشاہ کی عادت تھی کہ جب یہ آواز اون کے کانوں میں پڑتی تھی تعظیماً زانو جھکا لیا کرتے تھے جب یہ سیڑھیاں چڑھ رہے تھے اونکو اذان سنائی دی اونہوں نے حسب عادت مستمرہ زانو جھکایا مگر پاؤں پھسل گیا اور چند سیڑھیاں نیچے گرے۔[1] اون کے سر اور بازو کو سخت چوٹ لگی۔ سچ کہتے ہیں کہ تقدیر کے آگے کوئی چارہ نہیں ہے۔

محل میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ مگر دوروزیہ معاملہ مخفی رکھا گیا۔ اور مشہور کیا گیا کہ بادشاہ کی صحت اچھی ہے۔ اور غربا و مساکین کو خیرات تقسیم کی گئی مگر تیسرے روز جو پیر کا دن تھا۔ بادشاہ رحمنوں عمرا ہی ملک بقا ہوئے ۔

---

[1] الفنسٹون صاحب نے تاریخ ہند کے صفحہ ۴۷۲ پر ان کی وفات حسب ذیل بیان کی ہے۔ یہ اپنے کتب خانہ کے برآمدہ میں ٹہلتے ہوئے جب سیڑھیاں اترنے لگے جو عمارت کی باہر عموماً لگی ہوتی ہیں ۔

کلام مجید پر یہ سچ لکھا ہے کہ سب خدا سے آئے ہیں اور اسی کے پاس واپس جاتے ہیں۔"

اُن کے بعد جلال الدین اکبر اُس وقت خانخاناں[1] کے ساتھ شاہ ابوالمعالی کو ملنے گئے ہوئے تھے۔ یہ خبر بہت جلد اون کے پاس پہنچائی گئی۔ اس اثنا میں خوانین اور سلاطین میں بہت کھلبلی مچ گئی۔ اون کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ میں نے اونکو خود بتلایا اور سمجھایا کہ سلطان سلیم کی وفات پر پیری پاشا نے کیسی دانائی سے کام لیا تھا۔ اور اسکی وفات کی خبر سلطنت از بام ہونے نہیں دی تھی۔ میں نے اونکو بتایا کہ شہزادہ کے واپس آنے تک شہنشاہ کی وفات کا ساتھ مخفی رکھنا قرین مصلحت ہے۔ اس بارہ میں سب نے میرے ساتھ اتفاق رائے کی۔ حسب معمول دیوان خاص منعقد ہوتا رہا۔ اور وزرا و امرا جمع ہوتے رہے۔ اور مشہور کیا گیا کہ بادشاہ کو بہت سی سواری پر لیٹنے دیہاتی ملاقات کو جانے والے ہیں۔ مگر جب بہت جلد پہنچے مشہور کیا گیا کہ موسم کی خرابی کے باعث سفر کرنے کا ارادہ ملتوی کیا گیا ہے۔ دوسرے روز دربار عام منعقد کرنیکا ارادہ ظاہر کیا گیا۔ مگر نجومیوں نے اس کے واسطے فال نکالی اسلئے یہ خیال بھی ترک کیا گیا۔ ان تمام باتوں سے غرض میری یہ تھی کہ شہزادہ پہنچ گیا اور منگل کے روز اُن کو لینے بادشاہ کا دیدار کرانا قرین مصلحت سمجھا گیا۔ حسن اتفاق سے ایک شخص ملا بیگ کی شکل و صورت بادشاہ سے بہت ملتی جلتی تھی۔ البتہ اُسکا قد کسیقدر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور صرف ایک فٹ اونچا جنگلا اون کے گرد ہوتا ہے۔ موذن کی آواز اُن کے کانوں میں پڑی جیسا کہ وہ بیٹھ گئے۔ اور جب اذان ختم ہو گئی اپنے عصا کے سہارے اُٹھنے کو تھے کہ عصا سنگ مرمر کی سیڑھی سے پھسل گیا۔ اور بادشاہ سر کے بل جنگلہ پر گرے۔ گو انکو جلد ہوش آگیا۔ مگر چوٹ شدید تھی [illegible] جنوری کو اڑتالیس سال کی عمر میں اپنی حکومت کے چھبیسویں سال [illegible] ۱۵ سال شاہانہ ہی ملک لقا ہوئے۔

ف[1] بیرام خان سے مراد ہے جو ہمایون شاہ کا وفادار ملازم تھا۔ اور جو کہ اکبر کا اتالیق ہوا تھا۔

چہوٹا تھا۔ اوس کو شاہی لباس پہنا کر ایک بڑے ایوان میں تخت پر بٹھا دیا گیا۔ اوسکا چہرہ اور آنکھیں ڈھانپ دیگئیں۔ خوشحال بیگ کو اوس کے پیچھے اور ایک سکریٹری کو اس کے آگے کھڑا کر دیا۔ اور کئی افسر عہدہ دار اور روساء و عمائد شہر دریا کیجانب سے اپنے بادشاہ کو دیکھکر خوش و خرم ہوئے۔ حکام کو انعام و اکرام دیئے گئے اور شہنشاہ کی صحتیابی کا مژدہ سب کو مشتہر کیا گیا۔

میں تمام ارکان سلطنت سے رخصت ہو کر شہنشاہ کی صحتیابی کی خبر لیکر لاہور پہنچا[۱]۔ یہ ماہ ربیع الاول کے اوسط کے ایام تھے۔ روانگی کا روز جمعرات کا تھا اور میں سانی پت۔ پانی پت۔ کرنال اور تانی سر سے سفر کرتے ہوئے سماتی[۲] پہنچا جہاں سے گور کو بتایا کہ بادشاہ (ہمایون) برابر اجلاس کرتے ہیں اور اون کی صحت[۳] بہت اچھی ہے۔ وہاں سے آگے میں سر ہند کی سڑک سے مچوارہ[۴] اور مچوارہ پہنچا اور دریائے سلطانپور بذریعہ کشتیوں کے گذر کر ڈیل کوچ کرتا ہوا لاہور پہنچ گیا اسی اثناء میں شہزادہ جلال الدین اکبر تخت پر متمکن ہو گئے تھے۔ لاہور اور کئی دیگر مقامات میں اون کے نام کا خطبہ پڑھنے لگا تھا۔ لاہور کے حاکم مرزا شاہ نے مجھے آگے سفر کرنے سے روک لیا اور کہنے لگا کہ نئے شہنشاہ نے فرمان جاری کیا ہے کہ کسی شخص کو کابل اور قندہار کیطرف سفر کرنیکی اجازت نہ دیجائے۔ جب تو میرے واسطے سیدھا راستہ یہی تھا کہ شہنشاہ کیطرف لوٹ جاؤں۔ لہذا میں ایسا کرنے کو مجبور ہوا۔ اور ابھی صرف کلانور تک گیا تھا کہ مجھے جلال الدین اکبر و خانخانان مانکوٹ[۵] کے قلعہ کے محاذ میں ملگئے۔ بیرام خان کے خواجہ ملا پیر محمد[۶] کی وساطت سے

---

۱ ہندوستانی نقشوں میں یہ نام سونیپت۔ پانی پت۔ کرنال۔ تہانیسر اور سمانی درج ہیں۔ اور دہلی اور لاہور کے مابین راستہ میں واقع ہیں ۲ جہاں پولٹیکل غرض کے واسطے مصلحت آمیز کذب سے کام لیا جائے۔ بہشت عنبید کی عمل میں لانی پڑتی ہے ۳ مچھلی واڑہ پنجاب کے شہر لدھیانہ کے پاس ہے ۴ شاید بجہبرلوان صوبہ اودہ میں ہے ۵ یہ قلعہ سلیم شاہ نے سیوالک کی سرحد کی پہاڑیوں پر گکڑیوں کے مقابلہ پر تعمیر کرایا تھا دالفنسٹون صفحہ ۴۹۶ ۶ الفنسٹون کی تاریخ ہند کے صفحہ ۴۹ پر اس شخص کا نام پیر محمد لکھا ہے جو اکبر کا اتالیق تھا اور ہمارا مصنف اس کو ہمارا مکان کا خواجہ لکھتا ہے۔

مجھے اطلاع دیگئی کہ فی الحال جہاں میں ہوں نہیں ٹھہر رہا ہوں۔ اور تھوڑے عرصہ کے بعد سندیا سندھ میں جہاں میری مرضی ہو کسی عہدہ پر مامور کیا جاؤنگا۔ بادشاہ مرحوم نے جو فرمان مجھے عطا کیا تھا میں اوس کو پیش کرنے کے واسطے آگے بڑھا اور اون کے والد کی وفات کا قطعہ تاریخ بھی پیش کیا۔ میری نظم کو دیکھکر بہت خوش ہوا اور اپنے باپ کا فرمان ملاحظہ کرنے کے بعد مجھے سفر اختیار کرنے کی اجازت دی۔ مگر اسپر یہ قید لگائی کہ میں چار بیگموں کے ساتھ جاؤں جن کو یہ عنقریب کابل کی فوج کے ساتھ روانہ کرنے والے تھے۔

اس اثناء میں ابوالمعالی[ا] جو اسیر کیا گیا تھا۔ لاہور کے قلعہ میں قید کیا گیا۔ اور مجھے قطعہ تاریخ کے صلہ میں ایک لاکھ روپیہ زادراہ کیواسطے ملا۔ اور میں چار بیگموں کے ساتھ سفر کرنے کے واسطے تیار ہو گیا۔

ہندوستان میں مجھے جو عجائبات نظر آئے ان میں سے صرف ایک کا یہاں تذکرہ کرتا ہوں۔ گجرات میں بے اعتقادوں کو بانیئے اور ہندوستان میں ہندو کہتے ہیں اور یہ اہل کتاب سے تعلق نہیں رکھتے اور متقدمین علم کے معتقد ہیں جب کوئی شخص مرتا ہے تو اسکی لاش کو دریا کے کنارہ پر جلاتے ہیں۔ اگر بیوہ چھوڑ جائے جسکی عمر بچے سے متجاوز ہو گئی ہو تو یہ خاوند کے ساتھ نہیں جلائی جاتی۔ اور اگر ابھی اس عمر کو نہ پہنچی ہو تو یہ [illegible] اگر عورت اپنی مرضی سے جلنا چاہے تو رشتہ دار بڑی خوشی سے اوس [illegible] خواہش پورا کرنے دیتے ہیں۔ اگر مسلمان مداخلت کریں اور اس کو جبراً ستی ہونے سے روکیں تو بادشاہ کے عتاب[۲] کا خدشہ لاحق ہوتا ہے۔ لہذا ایسے موقعوں پر بادشاہ کے افسر موجود ہو کر کوئی خبر نہیں ہونے دیتے۔

[illegible]

ا؎ ابوالمعالی کشمیر کا سید تھا اس [illegible] میں ہمایوں کی ملازمت اختیار کی تھی اور اکبر کے مقابلہ پر باغی ہو کر کابل قابض ہو گیا تھا۔ جہانسو یا جوالا قلعہ [illegible] ۱۵۶۳ء میں قتل ہوا۔ اس کا لفظی معنی کتاب پر ایمان لانیوالے کے ہیں۔ لہذا ان کا پاس قرآن۔ توریت۔ انجیل اور زبور کی کتب میں سے کوئی نہیں ہے۔ اہل کتاب میں مثل اشمر مل مانند لکھا ہے جو بچے جنہوں کی عمر سے تجاوز کر چکی ہو [illegible] رسم ستی کا انگریزوں نے قلع قمع کر دیا ہے اور اکو بہت عرصہ

اور ایک عجیب رواج یہ ہے کہ پلائے ہوئے غزالوں سے شکار کا کام لیا جاتا ہے۔ اُن کے سینگوں میں کمند ڈالکر جنگلی غزالوں میں چلنے کے واسطے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور بقول شخصیکہ "کند ہم جنس با ہم جنس پرواز" موخر الذکر فوراً اوس کے ساتھ ملجاتے ہیں۔ اور اپنے سرداروں کے قریب لیجاتے ہیں اُسوقت کمند لیے ہوئے غزال سے نکلکر جنگلی جانور کی گردن پر جا پڑتا ہے اور اوس کو پیچھے کھینچ لاتے ہیں اور جسقدر یہ زیادہ کوشش کرتا ہے کمند زیادہ تر مضبوط ہوتا جاتا ہے۔

جنگلوں میں بھینس بکثرت ہوتی ہیں۔ ہاتھی [illegible] اون کے پیچھے چھوڑ دیے جاتے ہاتھیوں کی پشت پر ہودوں میں آدمی چھپ رہتے ہیں۔ ہاتھی جنگلوں میں پھرتے ہوئے بھینسوں پر حملہ کرتے ہیں اور اون کو دانتوں سے قابو کر لیتے ہیں۔ شکاری جھٹ پٹ اپنی کمین سے نکلکر حیوانوں کی پشت پر پھاند جاتے ہیں اور ان کو پکڑ لیتے ہیں۔ جنگلی بیل (قوتاس) کا بھی اسی طرح شکار کیا جاتا ہے۔ مگر یہ دوسری قسم کے حیوانات سے بہت مضبوط ہوتے ہیں اور اون کی زبان اسقدر سخت ہوتی ہے کہ یہ اوس کے ساتھ انسان کو ہلاک کر سکتے ہیں۔ شہنشاہ ہمایوں نے ایکدفعہ مجھے قصہ سنایا تھا کہ ایک دفعہ جنگلی بیل[1] نے ایک شخص پر حملہ کرکے سر سے لیکر پاؤں تک چاٹ لیا تھا۔ بادشاہ نے اس بات کی صداقت کا مجھے یقین دلایا تھا۔ بحری قوتاس بھی [illegible] ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اون کو بحری قوتاس یعنی سمندری گائے کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ بلاشبہ خشکی کے رہنے والے حیوان ہیں۔ میں اور بھی اسی قسم کی باتیں بیان کر سکتا ہوں۔ مگر طوالت کے سبب بیان کرنے سے گریز کرتا ہوں۔"

ماہ ربیع الاول ۹۶۳ھ میں ہم کابل کو روانہ ہوئے ہم نے دریائے [illegible] کو عبور کیا۔ اس کے بعد پھر ہمیں قریب ہی ایک دوسری نہر ملی۔ اوس کو بھی گذرنا تھا چونکہ وہاں کوئی کشتی نہ تھی لہذا ہمنے پیپوں اور مشکوں کی کشتی بنا۔

[1] یہ ایک قسم کا سینگ دار حیوان ہے۔ اون کی دم زیبائش کے واسطے گھوڑوں کی گردن میں لپیٹی جاتی ہے۔ اصل کتاب میں کت یعنی [illegible] آیا ہے پہلا [illegible] جس کے معنے [illegible] کے ہیں اور دوسرا عربی ہے جسکے معنے تخت یا کرسی کے ہیں۔

دوسری جانب پہنچنے کا انتظام کیا۔ پھر ہم مقام بہارا میں پہنچے۔ جہاں ہمیں ایک دریا عبور کرنا پڑا۔ یہاں بذریعہ جہاز کے گذرے جب وہاں کے گورنر خواجہ کو اکبر کے فرمان سے مطلع کیا۔ اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ "خدا رحم کرے"۔ چونکہ بادشاہ فوت ہو گیا تھا لہذا ہم نے ٹیکس وصول نہیں کئے۔ اور لوگوں کی جانب بقایا جات میں روپیہ وصول کرا کر آپ کے حوالہ کروں گا۔ میر بابو اور دیگر بیگوں نے جو ہماری رفاقت میں تھے مشورہ کیا کہ چونکہ شاہ ابوالمعالی لاہور کے قلعہ سے بھاگ گیا ہے یہ ضرور کابل میں اپنے بھائی زمرد بے کے پاس ہوگا۔ لہذا دیر کرنے کا موقع نہیں اور مجھے کہنے لگے کہ مالیہ وصول ہونے تک انتظار کرو۔ اور یہ لیتے ہی ہمارے پاس چلے آؤ۔ مگر میں نے کہا کہ راستہ غیر محفوظ اور خطرناک ہے لہذا سب کا مل کر رہنا ہی بہتر ہے اور میں نے اس اصول پر عمل کیا۔ فارغ آدمی مطمئن رہتا ہے۔ اور حریص رسوا ہوتا ہے۔[1] اور نقدی وصول کرنے سے باز آیا اور بذریعہ جہاز خوشاب[2] اور شیلاب[3] دریاؤں کو عبور کر کے بختر[4] میں پہنچا۔

یازدھم

سرزمین بختر یا کابلستان میں ہمارا تجربہ

ماہ جمادی الاول کے شروع میں ہم شیلاب سے چل کر کابل کی جانب لوٹے اور افغانوں کے خوف سے جو آدم خان کے ماتحت تھے رات بھر چلتے رہے اور صبح کے وقت پہاڑ کے دامن میں پہنچے۔ یہاں تک افغانوں نے ہمیں نہیں دیکھا تھا لیکن جب ہم پہاڑ پر چڑھے ان کے ہزارہا آدمی جمع ہو گئے۔ ہم نے اپنی بندوقیں اٹھائیں اور خدا کی مدد سے ان کو ہٹا دینے کا انتظام کیا۔ اور شہر پرسور یعنی پشاور میں داخل ہوئے

---

۱ یہ معلوم نہیں ہوا کہ شاہی مہمانوں کو واپس جاتے ہوئے نذرانے ملا کرتے تھے۔ اور یہ جن جن اضلاع کے بیچ سے گذرتے تھے۔ وہاں کے حکام وصول کر کے ان کے حوالے کیا کرتے تھے۔ ۲ خوشاب پنجاب کے ایک قصبہ کا نام ہے جو جہلم کے کنارہ پر واقع ہے اور یہ دریا نہیں جیسا کہ ہمارے مصنف نے لکھا ہے۔ ۳ نیلا پانی یہ دریائے کابل نہیں ہو سکتا۔ ۴ بختر یعنی باختر ہے۔

اور درہ خیبر گذر کر جو شالی میں پہنچے۔ پہاڑوں میں ہمیں دو گینڈے[1] نظر آئے یہ چھوٹے ہاتھی کے برابر ہوتے ہیں اور ان کی ناک پر دو دو انچ لمبا سینگ ہوتا ہے ابیسینیا میں یہ بکثرت ہوتے ہیں۔

اس کے بعد ہم لگمان[2] میں پہنچے اور ہزارستان[3] کی سرزمین مشکل مسافت طے کرتے ہوئے کابلستان اور اس کے دارالخلافہ کابل میں پہنچے۔ یہاں ہمیں ہمایون کے دولیتیہ محمد حکیم مرزا اور فرخ فال مرزا ملے۔ اور منعم خان سے بھی ملاقات ہوا اور جب ہمایون کا فرمان اس کے پیش کیا گیا بہت قدر و منزلت سے پیش آیا۔ شہر کابل عجیب خوشنما شہر تھا یہ پہاڑوں سے محصور تھا جنگل چوٹیوں پر برف پڑی تھی اور اس کے باغوں میں نہریں رواں تھیں ہر جانب بشاشت اور سرسبزی نظر آتی تھی عیش اور کامرانی کے سوا کسی کو کوئی کام نہ تھا۔ ہر ایک گوشہ میں خوبصورت نازنین مہوش پری لولیاں[4] موجود تھیں۔

جس شخص کو کابل کی لولیوں میں گذرا ہو وہ کب حوران اور بہشت کی آرزو کرتا ہے۔

ہمیں ان تفریحات اور سیر ایات کے ساتھ کوئی سروکار نہ تھا حتی المقدور جلد گھر پہنچنے کی دھن سر میں سمائی ہوئی تھی منعم خان کی زبانی معلوم ہوا کہ سڑکیں یخ بستہ ہیں۔ کوہ ہندوکش کا گذرنا سخت دشوار ہو گیا۔ لہذا چند روز کابل میں قیام پذیر ہونا ضروری معلوم ہوا۔ لیکن میں نے فوراً جواب دیا کہ انسان اگر چاہیں پہاڑوں پر غالب آ سکتے ہیں۔ اس پر گورنر نے میر نظری چیف افسر فراستی و نیستی کو بلوا کر حکم دیا کہ ہمارے گھوڑوں اور اسباب کو بحفاظت تمام پہاڑی درہ کے پار پہنچا دے۔ اس قرار داد کے مطابق ہم جمادی الاول کے آغاز میں

[1] گرگدان یا گینڈے (دشت ۱) میں ان حیوانوں کا نام کرگ لکھا ہے اور یہیں کے بطور بیان کیا
[2] یہ کابل کے مشرق میں واقع ہے اسے کوہستانی ملک کا نام ہے جو پشاور کے شمال و مشرق میں واقع ہے۔ اور ایرانی منقوں کے ذخیرہ کا یہی نام ہے جو ہرات اور کابل کے مابین واقع ہے
[3] دہ غالباً اشیاء میں یہ تا صد اور کا نیدوں کا فرقہ ہے۔ ترکی میں یہ ہی ضانت تھی۔ جہاں جنگی گانے بجانے والی عورت کو کہتے ہیں۔

کاراباغ[٥٠] پہنچے۔ اور وہاں سے آگے جا کر کیارا در پر دیتی یا مروان[٥١] پہنچے۔ یہ مقام نظری کا وطن مالوفہ تھا۔ اوس نے اپنے آدمی جمع کر کے پہاڑ کی دوسری جانب پہنچا دیا۔ یہ بہت کٹھن منزل تھی۔ لیکن ہم نے اسدن طے کر لی اور رات درہ کے دامن میں ایک چھوٹے موضع میں بسر کی ۔

دوازدھم

بدخشان اور ختلان کی حالت

ماہ رجب کے آغاز میں ہم شہر اندیب میں پہنچے۔ اور بدخشان کے بیچ سے طالقان کی جانب سفر کیا۔ جہاں مجھے سلیمان شاہ[٥٢] اور اوسکا پسر ابراہیم مرزا اسیدن لا جبرو ز ہم پہنچے اور ایسا نقد تفرج کا موقع ہو گیا۔ میں نے کچھ تحائف اور ایک غزل اشعار کے پیش کی۔ مرزا کو نظم کا بہت شوق تھا اوس نے میرے ساتھ مباحثہ شروع کیا۔ اور دوسرے روز مجھے اپنے باپ کے پاس لے گیا۔ میں نے کچھ تحائف اور ایک غزل اوس کے بھی پیش کی شاہ نے مجھ پر بڑا احسان کیا بہت بہاری ممنون کیا۔ پیر محمد خان حاکم بلخ اور براق خان حاکم آزربائیجان کے مابین عناد تھا۔ جس کے باعث سڑکیں غیر محفوظ تھیں اور بالخصوص اس رجب کے سبب یہ حالت ہو رہی تھی کہ پیر محمد کے چھوٹے بھائی نے قندوز فوزدیان اور ترمید میں علم بغاوت بلند کیا ہوا تھا جہاں انہوں نے بہت شورش

٥٠ کالا باغ کا سیاہ باغ نقشہ پر فیاباغ لکھا ہے۔ بیارکیا کابل کے شمال میں ہے۔ اور پروینی اسی جانب ہے جو سلسلہ ہندوکش کا دامن ہے۔ یہ راستہ بہت معمولی راستہ نہیں بلکہ زیادہ تر شمالی راستہ لیا تھا

٥٢ سلیمان شاہ خان مرزا کا بھائی تھا جس کو عقیل کا خطاب ملا ہوا تھا۔ یہ بابر کا چچا زاد برادر تھا۔ اس نے ۱۵۲۰ء میں بدخشان کا تخت غصب کیا تھا اور بابر نے اوس کو بالائی اور سب کے تمام ملک کا حاکم بنا دیا تھا ۔

مسدود رستی تھی۔ لہذا انہوں نے مجھے بدخشاں اور ختلان کی راہ سے سفر کرنے کا مشورہ دیا۔ سلیمان اور اس کے بیٹے نے گھوڑے اور خلعتیں وغیرہ عطا کیں اور ختلان کے حاکم جہانگیر علی کے نام سفارشی مراسلہ دیا۔ یہ شخص اوس کی چھوٹی ہمشیرہ کے ساتھ بیاہا ہوا تھا۔ لہذا بدخشاں کے دارالخلافہ قشم[1] کی جانب روانہ ہوا۔ میں نے بادشاہ کا لنگر و باغ دیکھا اور ہمایوں کا باغ موسومہ دولت خانہ آراستہ دیکھ کر تالقان[2] کی طرف رستک کو بڑھا۔ اور وہاں سے آگے بندر سمیتی[3] پر پہنچا۔ اور مقام ولی بیگ (کاشغر کے مشرقی ؟) جانب ختلان میں پہنچا اور سید علی ہمدانی کے روضہ کی زیارت کی اور وہاں سے آگے کلاب[4] پہنچا۔ جہاں جہانگیر علی خان کے ساتھ ملاقات کی۔ اور جب میں نے اوسکو سفارشی چٹھی دکھائی اس نے پچاس جوان چار سوئی تک میرے ساتھ کر دیئے جہاں پہنچ کر پل سنگین[5] گذرگاہ کو رخصت کر دیا۔

سیزدہم

حالات توران

میں نے پل گذر کر اور دریائے اوکسس کی سرزمین پر قدم رکھا۔ ایک روز آرام کرکے بار لور لو کو روانہ ہوا۔ اور ایک چھوٹے مقام موسومہ چہار شنبی میں پہنچا۔ اور اخلاد

[1] پولیٹیکل حالات قبول نہ کرنے کے باعث ہمارے مصنف کو بدخشاں کا پیچیدہ راستہ اختیار کرنا پڑا جو اب بھی دشمن تھے باقی خان نے خسرو شاہ کے مقابلہ پر مہم کے وقت اختیار کیا تھا۔ ختلان کا ایک حصہ جسکو ہزت کہتے ہیں اب صوبہ کلاب میں شامل ہو گیا ہے [2] اب بدخشاں کا دارالخلافہ فیض آباد ہے۔ سلیمان شاہ نے قشم میں رہائش اختیار کی ہوئی تھی [3] یہ قاعدہ دریائے اوکسس کی شاخ قوقچی پر واقع ہے [4] اب ہمتی بیچی کے دائیں جانب واقع ہے [5] اب طلا بیب ہے (سطح سمندر سے ۱۰۱۸ فیٹ کی بلندی پر) اوکسس کی شاخ پر واقع ہے [6] چار سوئی اور پل سنگین کسی نقشہ پر نہیں ملتے۔ لیکن چونکہ مصنف نے حصار کو چغانی مقامات کے ساتھ ملا دیا ہے لہذا ہم اوپر کے اوکسس کے مقامات کی سرحدی لین دریا کا نشان کو خیال کرتے ہیں۔

یعقوب چرخی کے مقبرہ پر گئے۔ اور اس کے آگے چگانیان یعنے حصار شادمان[1]
پہنچا۔ اور تیمور سلطان تواخانقاہ سے ملا۔ یہ ازبک کے عکو زنوں میں تھا۔ اور پھر گر
سنگر دیک گذرا جہاں ہمیشہ مینہ برستا رہتا ہے۔ اور پہاڑ کے دامن میں ایک بڑی
نہر رواں رہتی ہے۔ اور خدا کی حکمت کو دیکھ کر دریائے حیرت میں مستغرق ہوا۔
میرا دوسرا مقام شہر سبز یعنے کیش تھا جہاں میں ہاشم سلطان سے ملا۔ اور اس نے
مجھے سمرقند کی جانب سفر جاری رکھنے کی اجازت دی۔ تنگ درہ بہت مشکل سے پہاڑی
راستہ طے کیا[2]۔ یہ مقامات متولہ مذکورہ کے مابین واقع تھا۔ پھر ایک چھوٹا قصبہ مزار
نام ملا۔ اور شعبان کے شروع میں سمرقند پہنچے جو بلا شبہ جنت بریں کا نمونہ تھا۔
یہاں مجھے براق خان[3] ملا (جس کا زیادہ تر صحیح نام نوروز خان تھا) اسنے میرے
ناچیز نذرانہ کے عوض میں مجھے ایک گھوڑا اور قیمتی خلعت عطا کی۔ یہ وہی براق تھا
جس کو ہز مجسٹی بادشاہ نے شیخ عبداللطیف کی معرفت توپیں اور بندوقیں بھیجی تھیں
میرے پہنچنے کے وقت عبداللطیف خان حاکم سمرقند فوت ہو چکا تھا۔ اور براق خان
اسکا جانشین ہوا تھا۔ پیر محمد خان بلخ میں اور برہان سعید خان[4] بخارا میں خود مختار
ہو گیا۔ لہذا براق خان کو سب سے پہلے ان کی خبر لینا لازم تھا۔ یہ سمرقند مسخر کر کے
شہر سبز کو روانہ ہوا۔ جہاں بہت بھاری مقابلہ ہوا۔ اور تمام سپاہیوں کو کتہ دا
(اور سیر) ہلاک ہوا۔ اس نے قلعہ فتح کر کے بخارا کو کوچ کیا۔ اور پہنچتے ہی اوسکا
محاصرہ کر لیا۔ سعید خان حاکم بخارا نے تنگ ہو کر براق خان کے ساتھ مصالحت کر لی

[1] حصار علیق اور خانقاہ دریا کے کنارہ پر واقع ہے جو پہلے حصار شادمان کے نام سے مشہور تھا

[2] یہ غالباً کوہ سیاہ ہوگا جو ۱۸۰۰ فٹ بلند ہے [3] براق خان محمود خان کا بیٹا تھا جبکو
شیبانی نے شکست دی تھی یہ آخر ہے اوس کے شمال و مشرقی خطہ زمین کا حصہ دار
تھا۔ اور برہان خان کی بڑی گورنمنٹ اوس کو تفویض تھی اس نے اپنے سواروں کے ساتھ ملکر
جو زیادہ تر غیر اور قلموک تھے سمرقند کے دارالخلافہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ سنہ ۹۶۳ھ یا
۱۵۵۵ء میں فوت ہوا۔ اوسکی سلطنت کے جو واقعات مصنف نے بیان کئے ہیں یہ اسوجہ سے
مفید ہیں کہ یہ کہیں دوسری جگہ نہیں ملتے [4] یہ سنہ ۹۶۹ھ یا ۱۵۶۱ء میں فوت ہوا۔ اسکا مختصر نام
برہان خان تھا اور عبداللہ کا چچا تھا۔ یہ بہت تھوڑا عرصہ حکومت کر کے سنہ ۹۶۹ھ یا ۱۵۶۱ء میں فوت ہوا +

اور یہہ مقام اوسی کے قبضہ میں چھوڑکر خود کراکول کو پیشقدمی کرگیا۔ یہاں پیر محمدؐ کا بہائی حکمران تہا۔ مگر اوس کے یہہ مقام سعید برہان کے قبضہ میں رہنے دیا۔ جب براق خان سمرقند میں داخل ہوا اُسوقت عثمانیوں کا آغا[۵۰] تہا۔ تاشقند اور ترکستان کی راہ سے چند آدمیوں کیساتھ ترکی روانہ ہوا تھا۔ احمد جوش بھی خوارزم اور بخارا کی راہ سے ترکی کو لوٹنے والا تہا۔ کیونکہ جاں نثاروں کی فوج کے ایک حصّہ نے برہان سعید کی ملازمت اختیار کرلی تہی اور باقی اوس کے لسپر کے ساتہہ ملگئے تھے۔ قریبًا ایکسو پچاس آدمی براق خان کے وفادار رہے۔ جب اس نے مجھے اس تمام واقعہ سے مطلع کیا۔

کہنے لگا کہ "میں اسوقت ہز مجسٹی سلطان ترکی کے نزدیک کاذب ہوں سکیونکہ میں کچھ نہیں کرسکا۔ لیکن اگر تم مدد دلیسکتے ہو تو اب بہی کچھ نہ کچھ ہو سکتا ہے۔ اس نے ایک صوبہ کی حکومت میرے پیش کی۔ مگر میں نے کہا کہ اس مختصر فوج کیساتہہ کیا ہو سکتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں اپنے بادشاہ کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا۔ اسپر اوس نے یہ معاملہ سلطان المعظم کے گوشگذار کرنے کے واسطے سفیر روانہ کرنیکا ارادہ ظاہر کیا۔ بطور امر واقعہ یہ سدر عالم کو خواجہ احمد جبسیوی[۵۲] کی اولاد تھا بہیجنے کا پہلے ہی فیصلہ کرچکا تھا۔ اور اس کو جو مراسلہ دیا تھا اس میں درج کرچکا تہا کہ آئندہ میں ہر طرح سلطان المعظم کے احکام کی تعمیل کرنے کو تیار ہوں۔ مگر اس نے مجھے رخصت کردیا۔ سمرقند میں قیام کے ایام میں دنیال نبی کے روضہ اور خضر الیاس کے مقام بنی صاحب کے جوغہ اور لکڑی کی نعلین اور نیز اس کلام مجید کی زیارت کی جو حضرت علی[۵۳] کی قلم کا لکہا ہوا ہے علاوہ

---

۵۰ عثمانیوں کا آغا جان نثاروں کے کمانڈر کا لقب تہا جسکو سلطان سلیمان نے مشرقی ترکوں کی حمایت کیواسطے قسطنطنیہ سے سمرقند کو بہیجا تہا لہذا ہماری مصنف کو اپنا ڈھنی اتفاق سے یہاں ملگیا

۵۲ خواجہ احمد جبسیوی ترکستان میں بزرگ گذرا ہے جسکے مقبرہ واقعہ اولیا عطا کی سلام کیواسطے دور دور سے لوگ جاتے ہیں

۵۳ جب میں سمرقند میں تہا مجھے جوغہ اور نعلین کا پتہ نہ ملا۔ البتہ کلام مجید تیمور کے مقبرہ پر پڑا تہا گو یہ بہت پرانی تحریر کوفی حروف میں تہا حضرت علی کے زمانہ میں نہیں آیا تہا اور نہ عثمان کے عہدہ کا تہا البتہ خواجہ احرار کی اولاد اسکو ترکستان سے لائی تہی اور سمرقند سے اسے اٹھا کر سینٹ پیٹرسبرگ لے گئے تھے۔

علاوہ ان کے میں حسب ذیل مشیخون اور بزرگوں کے مقبرو نپر گیا۔
ہدایت کے مصنف الومنصور مطریدی۔ شاہ زندی۔ خواجہ عبداللہ۔ خواجہ عبد بیرون۔ خواجہ عبد ویرم اور آمزدی اکسس۔ ... ۴۴۴۴ بزرگوں کے مزارات بھی دیکھے۔

لیکن اب پھر براق خان کیطرف متوجہ ہوتا ہوں۔ ایکروز دوران گفتگو میں اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ جن شہروں میں مجھے سیاحت کرنیکا موقع ملا ہے ان میں سے کونسا شہر مجھے پسند آیا۔ میں اس کے جواب میں یوں گویا ہوا کہ

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر

خان نے جواب دیا سچ کہتے ہو۔

اب سفارت قسطنطنیہ کا قصہ سنئے۔ صدر عالم نے ترکستان کی راہ سے روانہ ہونیکا ارادہ کیا۔ مگر جب اوسکو معلوم ہوا کہ راستہ میں منگیت کی شاخ نوگی[1] نے اسقدر طوفان بے تمیزی مچا یا ہوا ہے کہ سیاحوں اور مسافروں کا سڑک پر سے گذرنا محال کیا ہوگیا ہے اور جا بجا قزاقوں اور رہزنوں کے گروہ جان لینے کو کھڑے ہیں اور مسلمانوں پر بیجا ہاتھ صاف کرنے سے نہیں ٹلتے۔ اور بلا تامل ان کو اپنے اسباب آبرو سے سبکدوش کر دیتے ہیں اور جو شخص ان کے ہتے چڑھتا اوس کی سخت مذمت بھی کرلیتے ہیں لہذا اوس نے بخارا کی راہ سے سفر کرنے کی ٹھانی ۔

بدقسمتی سے یہ خبر عین اوسوقت پہنچی۔ جبکہ سعید برمان پھر براق خان کے مقابلہ کے واسطے آمادہ ہوا تھا۔ بلکہ موخر الذکر کے پسر خوارزم شاہ پر حملہ بھی ہو چکا تھا۔ براق خان نے یہ حال سنکر مجھے سفیر کے لوٹنے تک مقام عبیدران میں قیام رکھنے کی صلاح دی۔ اور اگر کوئی معاندانہ کارروائی نہ ہو تو ہم اس راستہ سے روانہ ہو سکتے ہیں ورنہ ہم اوسوقت تک انتظار کریں جبتک کہ وہ کسی شخص کو ہمیں بحفاظت تا بخارا کے بیچ سے پہنچانے کے واسطے نہ بھیجے۔ میں نے یہ بات منظور کی۔

[1] لہذا اوسوقت نگیوں سے تعلق رکھتے تھے جیسے اسبات کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے کہ کیوں تیمور کے عہد میں قزعنیری اور ترکمان غیر موثقوں میں شمار کئے گئے ہیں۔

پانچویں ماہ رمضان کو ہم روانہ ہوئے کالا اورکرمینہ سے ہوتے ہوئے دوالیق میں دریائے سمرقند[1] عبور کیا عجدوان[2] میں پہنچے۔ جہاں مینے خواجہ عبدالخالق کے مقبرہ کی زیارت کی ⁂

چونکہ مرزا (؟) وہاں موجود نہ تھا۔ اور نہ ہی اوس کی بابت کوئی خبر مل سکی۔ ہم پل باطلیجا نب گئے۔ اس اثناء میں شہزادہ شاہ خوارزم کی فوج لڑائی کے واسطے تیار ہوگئی تھی۔ اتفاق سے شہزادہ کے اتالیق نان علی بیگ نے ہیں سلام کیا اور دریافت کیا کہ ہم کہاں جاتے ہیں مینے جوابدیا "بخارا کو"۔ اس نے کہا کہ سعید برہان حاکم بخارا پرلیس خوارزم پر حملہ کرنیوالا ہے۔ ہماری التجا ہے کہ آپ ہمیں مدد دیں۔ مینے کہا اب یہ کسطرح ہو سکتا ہے ہم کسی کو مدد نہیں دے سکتے۔ براق خان نے ہم سے اس قسم کی خواہش ظاہر نہیں کی۔ از دست ہم عجدوان پہنچکر سفر کے لوٹنے کا انتظار کرنے کی تاکید کی۔ لہذا ہم نے سفر ختیار کیا ہے۔ جب ہم میناریکہ قریب پہنچے قریبًا ایکسو سرخ وردی والے جوان چلاتی ہوئے ہماری جانب دوڑے آئے۔ "کہ مرزا کے نام سے واپس آؤ" اور اس کے ساتھ ہی ہم سے ایک رفیق کو مارا ہم فورًا لڑنے کے لئے تیار ہوگئے سعید نے آگے بڑھکر ان کو روک لیا۔ جانبین کے سپاہی پیچھے ہٹ گئے سعید نے کہا کہ مرزا سلام بھیجکر عرض کیا ہے کہ آگے نہ بڑھو بلکہ دور سے سامنے دیکھو۔ لہذا ہم واپس لوٹ گئے۔ میں اپنے دس رفیقوں کے ساتھ ملکر مرزا کے پاس گیا اوس لئے پھر مدد کیلئے درخواست کی۔ لیکن مینے پھر انکار کیا۔ اسپر انہوں نے ہماری دس بندوقیں جبرًا چھین لیں اور کہنے لگے کہ کھڑے ہو کر تماشا دیکھئے پھر شہزادہ کا ارادہ دشمنوں کو دیکھنے سے پہلے بہت متکبرانہ تھا۔ کیونکہ عام کہاوت ہے۔ جبتک کان پر کسی کا گھونسا نہ رسید ہوا اپنا سکا ہمیشہ فولادی نظر آتا ہے۔

لیکن سامنے سعید برہان کی شکل دیکھتے ہی دریا گذر کر رباط کی سرائے کو

---

[1] اسکا نام زرافشاں یا کوہیک ہے [2] عجدوان دریائے تقمدر خان کی حکومت کا نہایت ہی شمالی قصبہ ہے اصل کتاب میں کاجیم کا میم آیا ہے پہلی لغة کے معنے جنگی جوانوں کے اسلحہ اور دوسرے کے گھوڑوں کے سازو غیرہ کے ہیں

پیچھے ہٹ گیا۔ اور میں جو چھ رفیق پیچھے چھوڑ آیا تھا اون کے ساتھہ آگے بڑھا
سعید برہان نے ایک ہزار نوجوان بخاریوں اور چالیس ترکی تیر اندازوں
کے ساتھہ پیشقدمی کی۔ اور ایک لمحہ میں شہزادہ کو شکست فاش دی۔ یہہ
بندوق کی گولی سے مجروح ہوکر اپنے تمام جھنڈے۔ باجے۔ بٹری ساز و سامان
چھوڑکر میدان معرکہ سے دم دباکر بھاگ گیا اور میرے جو تین رفیق شہزادہ
کے ساتھہ دوڑ گئے ایک برچھی کے زخم سے مجروح ہوکر راہی ملک بقا ہوا۔
اور باقی رباط کو بھاگ گئے۔ جہاں سعید برہان اور بیشتر حملہ آور ہوا میں مرزا
کی حالت دریافت کرنے کے واسطے فوج میں ٹھہر گیا۔ اور اپنا گھوڑا دو آدمیوں
کے سپرد کر گیا۔ اور جب پل گذر رہا تھا کسی بدمعاش کے تیر نے مجھے مجروح کیا
یہ گویا عام حملہ کرنیکا نشان تھا۔ ہر جانب تلواریں اُٹھائی گئیں اور میری زیست
کی کوئی امید نہ رہی ٭

اتفاق سے خان کے ماتحت عثمانیوں کی نظر پڑ گئی وہ مجھے پہچان کر
میری مدد کو دوڑے آئے۔ اور زور سے شور مچانے لگے کہ یہ شخص ہمارے
پادشاہ کا مہمان ہے۔ اس حرکت کے کیا معنی ہیں۔ "ازبکی (دس جوانوں کے
کمانڈر) نے فوراً حملہ کو روک دیا اور جو کچھ وقوع میں آیا تھا اس سے خان
کو مطلع کر دیا۔ اور میری جانب بڑھکر مجھے بغلگیر کیا۔ اور مجھ سے معافی مانگی
اور کہنے لگا کہ یہ حشر تمہارے لڑائی میں شریک ہونے کے باعث ظہور میں
آیا ہے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے کہ "تر اور خشک ملکر جل جاتے ہیں" اوس نے
پل پر سے گذرتے وقت دو افسر ہمارے ساتھہ کر دیئے۔ تاہم میرے دو رفیقوں
کو تلوار کے زخم لگے اوسوقت میرا سواری والا خوبصورت گھوڑا۔ کھانا پکانے
والے برتن اور ایک لادو ٹٹو اور دس زین والے گھوڑے نقصان ہوئے۔ یہ
سپاہی چورا کر لے گئے۔ میں نہایت مشکل سے پل گذرا۔ اور جب کچھ فاصلہ پر
دم لینے کے لئے ٹھہرا۔ خان نے مجھے خوش کرنے کے لئے پل کے متعینہ ترکی
سپاہیوں کو میرے واسطے جگہ خالی کرنیکا حکم دیا۔ کیونکہ ہم بیگناہ تھے اور ہمپر
کوئی دھبہ نہیں تھا جب ہم اس موقع پر پہنچے آواز دی کہ لڑائی بند کردو

میں یہاں پہنچ گیا ہوں اور خان تم کو میری خاطر معاف کر دیگا۔ اسطرح رباط میرے قبضہ میں آیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گم شدہ گھوڑے بھی ملگئے۔ مگر آتش فشاں اسلحہ نے ملے میرے جو دو آدمی دوران لڑائی میں گرفتار کئے گئے تھے۔ بھاگ گئے۔ ہم سب ملکر روانہ ہوئے اور رات کے وقت منزل مقصود پر پہنچے۔ سعید برہان مجھسے کہنے لگا۔ آپ میرے اس دنیا اور دیگر دنیا میں رہنما ہوں۔ آئندہ یہ سرزمین آپکے بادشاہ کی ہوگی۔ آپ بخارا میں حکومت کریں اور میں کراکول کو چلا جاؤنگا۔ مگر میرا جواب وہی ڈھاک کے تین پات تھا۔ یعنے اگر آپ مجھے آنزدسے سنلیچ کا سارا علاقہ بھی دیدیں تاہم میں یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ مگر خانصاحب آپ یاد رکھیں کہ آپ کے ساتھ جو بے انصافی کیگئی ہے اسکا میں اپنے بادشاہ کی خدمت میں تذکرہ کرونگا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ان صوبجات کی حکومت آپ کے زیر نگین رہے گی۔ یہ سُنکر خان بہت خوش ہوا۔ اور اس نے ہماری اعزاز میں پُر تکلف دعوت دی اور میرے حال پر بہت شفقت فرمائی۔ اور بخارا میں جو دو ہفتے میں نے بسر کئے یہ مجھے اپنے نشاط باغ میں جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا ملنے آتا رہا۔ میں اوس کی شان میں ایک غزل کہی جسے یہ خوش ہوکر میرے ساتھ نظم میں بحث کرتا رہا۔ آخر کار جب مینے سفر کے واسطے اجازت مانگی اوس نے اپنی پتیل کی بندوقوں کے عوض میں مجھ سے آہنی بندوقیں طلب کیں اور مجھے اسقدر مجبور کیا کہ مجھے اس تبادلہ کے واسطے راضی ہونے کے بغیر کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ اسطرح مینے چالیس بندوقوں کا تبادلہ کیا جو اسوقت میرے پاس رہگئی تھیں۔ مینے اپنا سب سے اعلےٰ گھوڑا بھی اوس کے آختہ گھوڑے کے ساتھ تبدیل کیا اور دو قیمتی کتابیں بھی اوس کی نذر کیں۔

اس اثناء میں براق خان کیخا بنت سے سفر سے پہنچ گیا۔ اور اس نے اپنے پسر (خوارزم شاہ) کی بابت معذرت کی اور عبد السلطان عجد والی کی وساطت سے سعید برہان کیساتھ مصالحت کی اسیطرح پھر ایکدفعہ ملک میں امن وچین ہوا۔ میں بخارا میں بہاؤ الدین نقشبندی۔ قاضی جان سچار بکر۔ خواجہ ابن حافظ۔ پیر صدر شریعت

تاج الشریعت۔ سید میر کلال بہاؤالدینؒ مرشد شاہی سلطان اسمٰعیل سمرقندی ہے جنہی کے مقبرہ و تکیہ دیکھنے کیواسطے ٹھہر گیا۔ اور اس کے بعد خوارزم کیجانب سفر شروع کیا۔ پہلے ہم کراکول کو پہر قراب کو گئے جہاں دریائے اوکسس بذریعہ جہاز عبور کیا اور ماہ شوال کے آغاز میں ایران کی سرزمین یعنی خراسان میں پہنچا پہلا شہر جہاں میرا قیام ہوا چارجوئی تھا۔ وہاں میں امام علی موسیٰ کے برادر خواجہ مشہد کی زیارت پر گیا۔ وہاں سے آگے بیابان کے بیچ سے خوارزم کو روانہ ہوا۔ اس راستہ میں ہمیں آٹھ دن شیروں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ انسان کی کیا مجال تھی کہ تنہا جاکر پانی لاتا لیکن آخرکار دس یوم کے خطرناک سفر کے بعد ہم مقام ہزار اسپ میں پہنچے اور وہاں سے آگے پانچ روز میں خیر الطرآیا اور شیخ پہلوان محمود و دیگر مشائخ کی زیارت کی۔

چہاردہم

خوارزم اور دشت قبچاق میں ماجرا و مشاہدات

ماہ شوال کے آخر میں ہم خیوا سے روانہ ہوئے اور پانچ یوم کی مسافت طے کرنیکے بعد خوارزم پہنچے جہاں شیخ دوست محمد خان اور اسکے بھائی ایش سلطان کیساتھ تعارف پیدا کیا اور شیخ نجم الدین کبری، شیخ علی رامیتنی، شیخ جلیل خان، امام محمد اور اصحاب

ے زیادہ تر صحیح یہ ہے کہ پہلے چار جوئی پہنچے وہاں دریائے اوکسس پر جہاز پہ جہاز میں خوف میں انداز فارس کو علاقہ میں آیا اور عبد الغفار کی تحریر کے مطابق کہا جاتا ہے مرقوم ہوا۔ ے مشہد کا ایک بزرگ کا نام

ے لہذا دریا کی بائیں جانب واقعہ ہے۔ یہ عجیب کی بات ہے کہ تین صدیاں گذری ہیں کہ ان کی اسقدر کثرت تھی۔ حالانکہ اب ترکستان کے جنگلوں میں شیروں کا نام و نشان نہیں۔ ے اصل کتاب میں غلطی سے ہزار اسپ کہا گیا ہے۔ ے حیرت کی بات ہے کہ ہمارا مصنف برابر خیوا لکھتا ہے اور عبد الغفار کہتا ہے کہ ایک صدی بعد لفظ خیوق استعمال کیا ہے جو اس شہر کا پرانا نام تھا۔ ے دوست محمد یا محض دوست جو اسوقت خوارزم کا حاکم تھا اور اس کا بھائی ایش سلطان بوچگان کے بیٹے تھے۔ ان کے تخت کے رقیب حاجی محمد خان نے ایک کو دوسرے کے بعد ہلاک کرکے ان کا ملک لے لیا۔

وزری۔ جار اللہ علماء اور ملا حسین خوارزمی (شارح کلام مجید) سید عطا اور حکیم عطا کی مقبرہ پر گیا۔

جب مجھے اس بات کا علم ہوا کہ مقدس شیخ عبد اللطیف کا شہر موسومہ وزیر میں وصال ہو گیا ہے مجھے چند رفقاء کے ساتھ ملکر اون کی قبر پر پہنچنے کے بغیر چین نہ آیا چونکہ یہ بزرگ صوفی عقیدہ میں میرے مرشد تھے میں نے اُن کے مقبرہ پر قرآن ختم کیا اور جنت میں اونکو آرام ملنے کے واسطے دعاء خیر کی اور نیز چاول پکائے۔ اور اون کی وفات کا قطعہ تاریخ تیار کیا۔

حاجی محمد سلطان، تیمور سلطان اور محمود سلطان پسران خان اغتائی خان سے منگیت کے سرداروں کے نام سفارشیں لیکر خوارزم کو واپس آیا۔ جہاں براق خان کا سفیر صدر عالم میرے پہلے پہنچ چکا تھا۔ ہماری پارٹی میں ہمارے علاوہ شیخ حسین رئیس خوارزم کی بیوی (جو محمود اعظم کی بیٹی تھی) شیخ کا پسر اور چند دیگر مسلمان شامل تھے۔ اور ہم نے گاڑیوں پر سفر کیا۔ ہماری پارٹی کے بہت آدمیوں نے بھیڑوں کی کھال کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اور ہمیں بھی ایسا کرنے کو کہا اور بتایا کہ اگر کبھی منگیت[1] ایسا دیکھتے ہیں اوس کو دوست سمجھتے ہیں دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ اُسپر حملہ کرتے ہیں۔ لہذا ہمیں بھی مجبوراً ایسا ہی لباس پہننا پڑا۔ اور اپنے رفقا کو حوصلہ دلانے کے واسطے کہا کہ عقلمند ہمیشہ دنیا کے پیچھے چلتا ہے اور ایسا کرنے سے مضطرب نہیں ہوتا۔

اس طرح ملبس ہو کر ذلیقعد کے پہلے ایام میں روانہ ہوئے۔ اور قریبًا ایکماہ سے زیادہ عرصہ دشت کپچاق[2] (یعنی قبر عبری بیابانوں) میں سرگشتہ پھرے

[1] منگیت اس خیدا کی مستقل آبادی کا خطاب ہو گیا ہے جو پہلے خانہ بدوش تھی اور یورال اور یجر کے مابین رہتی تھی جہاں اب نوغیز لوں کا گھر ہے۔ وسطی ایشیا کی خانہ بدوش دسیوں سے بہت ڈرتے تھے کیونکہ اسے تین سال پہلے (۱۵۵۴ء میں) زار آئیوان دیلیو یچ نے استرا خان کو فتح کیا تھا۔

[2] دشت کپچاق۔ بیابان کپچق مشرقی مصنفوں کی دلالت میں خوارزم اور والگا کے مابین ہے۔ ابن بطوطہ نے خوارزم اور سراجق کا مابینی رستہ ۳۰ یوم میں طے کیا تھا۔

اُسوقت موسم سرما سر پر تھا۔ لہذا کوئی پرندیا جنگلی گدھا نظر نہ آیا اور نہ کہیں
پانی کا ایک قطرہ ملا۔ یہہ بے انتہا ویرانہ تھا۔ آخرکار ہم ایک مقام موسومہ
مشتم میں پہنچے اور اُس کے تھوڑے عرصہ کے بعد سراجق آیا یہاں ہمیں کچھ
حاجی اور تین مُسلمان ملے جو سمرقند میں موقوف کئے گئے تھے۔ یہ بالکل
برہنہ تھے ہم کو دیکھ کر بے اختیار ہو کر شور مچانے لگے کہ تم کہاں جاتے ہو؟
روسیوں نے فتح کر لیا ہے۔ احمد جوش نے انکا مقابلہ کیا تھا اور ہمارے
آغا کو ارسلا مرزا کی فوج نے لوٹ لیا ہے راستہ بندہی ہو نگا واپس چلے جاؤ
میرے اس سمجھانے کا مطلق اثر نہوا کہ ہم مسکین گدا گر ہیں ہمپر کوئی بلا نازل
نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دس مسلح آدمی ایسے شخص کو بھی لوٹ نہیں سکتے جس کے
پاس کچھہ نہو۔

مگر قافلہ کے دیگر آدمی بالخصوص سوداگر میرے ہمخیال نہیں تھے۔ انہوں نے
چند روز خوارزم میں انتظار کرنا مناسب سمجھا کیا خوب کہا گیا ہے کہ "تعجیل شیطان
سے اور صبر خدا کیجانب سے آتا ہے"

سفیر اور دیگر مُسلمانوں کی بھی یہی رائے قرار پائی۔ اسطرح میں بھی بادل
ناخواستہ خوارزم کو لوٹ پڑا۔ سفیر سمرقند کو چلا گیا۔ اور جب خوارزم میں پہنچ کر
اور حبیب دوست محمد حاکم خیوا نے مجھسے دریافت کیا کہ میں کس راستہ سے سفر کرنا
چاہتا ہوں میں نے جواب دیا کہ میں مشہد واقعہ خراسان کی راہ سے عراق عجم کو اور
وہاں سے بغداد کو جاؤنگا۔ یہ سُنکر خان نے جواب دیا کہ بہتر ہے کہ یہاں
ہمارے پاس ٹھیرئیے۔ موسم بہار میں گیت چراگاہوں کی تلاش میں نکل جاتے
ہیں اور ممکن ہے کہ اوسوقت تک روسی بھی مُلک کو خالی کر جائیں اور آپکو معلوم
ہے کہ بغداد کا راستہ کسقدر لمبا ہے۔"

مگر میں نے اُسکے ساتھ اتفاق نکیا اور اپنے خیال کی تائید میں یہ کہاوت پیش
کی کہ "عاشق کیلئے بغداد دُور نہیں" آخرکار خان کو یہی بات منظور کرنی پڑی
اُسنے مجھے رخصت کرنا منظور کیا اور مجھے ایک عمدہ گھوڑا دیا اور میرے رفقا کو بھی
(گھوڑے) دئیے جسپر ہمنے یہانتک سفر کیا تھا۔ راستہ کی نسبت میں نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے

ہوتی تھی۔ ایک جرگے کا سردار اپنے آپکو سب سے معزز خطاب یافتہ درباری سے اعلےٰ سمجھتا ہے۔ لہذا فرقوں کے سرداروں کو ہم موروثی امرا کہہ سکتے ہیں بادشاہ اپنے اختیار سے سلسلہ وراثت کو بدل سکتا ہے۔ اور بھتیجے کی جگہ چچے کو مقرر کر سکتا ہے اور بعض اوقات بڑے بھائی کی جگہ چھوٹے کو دے سکتا ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ جرگے کے سرداراون کے خاندان کے سرداروں میں سے ہوں۔ چھوٹے لڑکے اور بھتیجے شاہی گارد میں بھرتی کیئے جاتے ہیں۔ اس طرح شاہ اپنے عقلمندانہ تبادلے اور انتخاب کے ذریعے سے اپنا تسلط قائم رکھہ سکتا ہے۔ سرداروں کا تبادلہ ہمیشہ آرام سے نہیں ہوتا۔ وحشی فرقے کے لوگ جو شرطی زمینداری کی دستور کے مانند سخت سپاہیوں کیطرح کسی ہر دلعزیز افسر کے گرد جمع ہو رہتے ہیں۔ بعض اوقات اوسے بغیر لڑائی کے عزت سے گرنا پسند نہیں کرتے۔ لیکن آخر شاہ کا حکم غالب آتا ہے اور نئے سردار کی حکومت شروع ہو جاتی ہے۔ اور جبتک قسمت یاور ہوتی ہے اور شاہ کی مرضی ہوتی ہے جاری رہتی ہے۔

اس کی ایک مشہور مثال جولائی ۱۸۹۲ء میں ظاہر ہوئی۔ جبکہ جہان شاہ خان الینگی جرگہ شاہسوند کے افشر والے حصے کی سرداری سے محروم کیا گیا تھا۔ یہ جرگہ اردبل سے طہران تک پھیلا ہوا ہے۔ مشہور نادرشاہ اسی جرگے کا ایک سپاہی تھا۔ اور اوس کی نو آبادی سے تعلق رکھتا تھا جو ترکمانوں کی سرحد پر بسائی گئی تھی سرداروں کی برطرفی کا بڑا باعث یہ تھا کہ اوس نے اپنی بیوی کو اپنے ہاتھ سے مار ڈالا تھا جو اس کے چچا کے بیٹے رحمت اللہ خان کی بہن تھی جو اس کا عہدہ اور اختیار میں رقیب تھا۔ جہان شاہ نے بے انصافی سے اسپر بے وفائی کا الزام لگایا تھا اور اس کے مکان پر جاکر اوس کو باہر بلایا باوجودیکہ وہ قرآن شریف ہاتھ میں لیکر باہر نکلی تاکہ اس مقدس کتاب پر اپنے بے قصور ہونے کی قسم کھائے اوس نے گولی سے مار دی۔

جہان شاہ تب اوس شخص کی تلاش میں گیا۔ جس کے ساتھ اوس کا ناجائز تعلق ہونے کا شک تھا۔ یہ خبر شاہ کے پاس پہنچائی گئی جو اس وقت عراق میں خیمہ زن تھا۔ اس نے حکم دیا کہ جہان شاہ کو معزول کر کے رحمت اللہ شاہ کو جرگے کا البیگی مقرر کیا جائے۔ اور جہان شاہ کو گرفتار کر کے قیدی کے طور پر طہران بھیجا جاوے حشمت الدولہ شاہ مرحوم کا بھتیجا اور علاقہ خمسہ کا حاکم تھا جس میں شاہ معہ اپنے جرگے کے مقیم تھا۔ اوس کو حکم ہوا کہ شاہ کے اس حکم کی تعمیل کرے

اس معاملے کی بابت بہت سے تار آتے جاتے رہے۔ جہان شاہ کو اختیار اور روپے کے ذریعے سے سب خبر پہنچتی رہی۔ ...... اور چونکہ اس کے ساتھ ہزار تینی بندوقوں سے مسلح بہت سے جوان تھے اسلئے حاکم کو ہدایت کیگئی کہ بڑی ہوشیاری سے اس کام کو کرنا۔ چنانچہ اس کو حکمت عملی سے کام لینا پڑا۔ اوس نے یہ مشہور کر دیا کہ جرگوں میں اسلئے جاتا ہوں کہ ایک سرکش فرقے کو تنبیہ کیجائے اس لیئے اس نے جہان شاہ سے کہا کہ مجھے مدد دو۔ اس سے اوس کو اپنے جرگے والوں کو جمع کرنے کا خوب موقع ملگیا۔ شہزادے حاکم نے اپنے ساتھ ایکسو سوار اور چار سو پیادے لیئے۔ اور اشیائے حرب کا کچھ خیال نہیں کیا گیا۔ اور بہت تھوڑے سے سامان کے ساتھ چلدیئے۔

رحمت اللہ حاکم کے ارادے سے بخوبی واقف تھا۔ مگر سردار العزیز سردار کی طاقت اور اختیار کیوجہ سے اپنے خلاف تیاریوں میں کسی طرح دخل نہیں دے سکتا تھا۔ اسلئے اوسے شاہ کے حکم کی تعمیل کے بارے میں صرف ایرانی فوج پر بھروسا کرنا پڑا۔ وہ سوائے اس کے اور کچھ نہ کر سکا کہ اوس نے ایک خیمہ لگوا کر اوس میں حاکم اور اس کے ہمراہیوں کا کھانا تیار کروا دیا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں حاکم اس سے اور جہان شاہ سے ملنے والا تھا۔ یہاں پہنچکر وہ دونوں معہ چند جرگے کے بزرگوں کے قدیمی رسم کے مطابق حاکم کے استقبال کو گئے۔ جہاں شاہ نے بڑی عزت

سے، گھوڑے پر سے اتر کر سلام کیا اور خیمے کے قریب پہنچکر جس کو اس کے مخالف نے تیار کیا تہا اوس نے اندر جانے اور اس کی دعوت میں شریک ہونے سے انکار کیا۔ اوس نے کہا کہ میں اپنے کیمپ میں جانا زیادہ پسند کرتا ہوں جو کچھہ فاصلہ پر تہا اوس کے پندرہ ہزار سوار بہی اوس کے ساتہہ چلے گئے۔ حاکم کو معلوم ہوا کہ جہاں شاہ خطرناک ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس کے مسلح ساتہی بڑے وفادار ہیں اور تند جنگجو فرقوں کے لوگ اس کی مدد کرنے کو تیار ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اوس نے ملاقات کرنے کی جگہ پر اسے گرفتار کرنے کی تجویز سوچی تہی۔ لیکن جہان شاہ کے حق میں لوگوں کی قوت اور خیالات کا ایسا زبردست تہا کہ ایسی کوشش نہیں کیجا سکتی تہی۔ اسلئے اسنے ظاہر طور پر اپنے آنے کے سبب کا اعلان کرنے کا ارادہ کیا۔ کہانے کے بعد اوس نے جرگہ کے بزرگوں کو جمع کیا اور جہان شاہ کو اپنے سامنے بلایا۔ مگر اس نے آنے سے انکار کیا اسپر شہزادہ نے اوس کی معزولی اور رحمت اللہ شاہ کی تقرری کا اعلان کیا اور ساتہہ ہی شاہ کا حکمنامہ بہی دکہلا دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اوسوقت اس نے جہان شاہ کو سخت گالیاں سنائیں اور دوبارہ اوس کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔

اس اثنا میں وہ سردار اپنے جرگہ کے لوگوں سے مشورہ کر چکا تہا جن کی تعداد پندرہ ہزار کے قریب تہی۔ اور وہ بریچ لوڈروں سے مسلح تہے۔ جب اوس کو معلوم ہو گیا کہ وہ سب لوگ اوس کے مددگار ہیں اور اس کے رقیب کی حکومت کے خلاف تہے۔ اوس نے آزادی سے کارتوس بانٹ دیئے اور حاکم کے ساتہہ اس معاملہ میں بحث کرنے کا ارادہ کیا اس نے اپنے بہت سے لوگوں کو کچہہ فاصلے پر چہوڑ دیا اور صرف تہوڑے سے آدمیوں کے ساتہہ حاضر ہوا۔ حاکم نے اوسے شاہ کے حکم کی خبر دی اور کچہہ غصے کی باتیں کرنے کے بعد شاہی فرمان دکہلایا اور کہا کہ تم۔ یا کوئی تمہارا ساتہی اس کو پڑھے۔ جب ایک بزرگ کاغذ لینے کو آگے بڑہا۔ تو جہان شاہ نے اپنے تمام ساتہیوں کے پیچہے کیطرف اشارہ کیا۔ حاکم

نے اس اشارے سے ڈر کر اپنی گارد کو حکم دیا کہ جہان شاہ کو گرفتار کر لو۔ اتنے میں ایک بندوق کی آواز آئی کہ دوڑو دوڑو بھاگ گئی۔ جہان شاہ کے بعض آدمیوں نے سپاہیوں کے سر کے اوپر سے گولیاں چلائیں۔ مگر انھوں نے اندھا دھند گولیاں ماریں اور جرگہ والوں میں سے چند آدمیوں کو ہلاک اور زخمی کیا۔ تب جرگہ والوں نے اچھی طرح گولیاں برسانی شروع کیں اور حاکم اور سپاہی جلدی سے بھاگ نکلے۔ سب لوگ بعض پیدل اور بعض گھوڑوں پر اپنی جان بچانے کو بھاگے اور چند خود دشمن اونکا پیچھا کر رہے تھے۔ بعض نوکر اپنے مالک کے ہمراہ رہے اور دو دفعہ جب اوس کا گھوڑا زخمی ہو گیا اوس کو پیر اور گھوڑے پر سوار کیا کہتے ہیں کہ جرگہ والے لوگ شہزادے پر تاک کر گولیاں مارتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے لباس کی وجہ سے بہت آسانی سے نظر آ سکتا تھا۔ تیسری دفعہ وہ اور اوسکا گھوڑا دونوں گر پڑے اوسکے دو گولیاں لگی تھیں تب وہ گرفتار کیا گیا۔ کچھ کپڑے اوتار لیئے گئے اور بہت بے عزتی کا سلوک کیا گیا۔ اوس کے کیمپ تک پیچھا کیا گیا جسپر قبضہ کر کے لوٹ لیا گیا اس کے ۵-۲ آدمی مارے گئے اور پچاس زخمی ہوئے۔ شہزادے کا ایک زخمی افسر بھی اوس کے ساتھ پکڑا گیا اور تین روز تک وہ قید رہے۔

اس اثناء میں جہان شاہ اپنی دیوانہ وار تندی سے ہوش میں آ کر اپنے جرم کا خیال کر کے تھرا گیا اور اس بدلے سے ڈر کر جس کو وہ یقینی سمجھتا تھا۔ اس نے اپنا قیمتی اسباب باندھا اور چند ہمراہیوں کو ساتھ لے بحیرہ خضر کے ساحل کو چلدیا۔ ایک آگبوٹ میں بیٹھکر اوسکا باکو بھاگ جانے کا ارادہ تھا لیکن وہ اسمیں کامیاب نہو سکا۔ کیونکہ ہیضہ کی وجہ سے روس کے ساتھ آمد و رفت بالکل بند تھی اسواسطے اس نے شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ جانے کا ارادہ کیا۔ جب ایک ایرانی رسالے نے اوس کی پیروی کی تو اوس نے اپنا تمام اسباب چھوڑ دیا اور بڑی مشکل سے تبریز پہنچا۔ جہاں اوس کو قاضی القضاۃ کے مکان

پناہ لینی پڑی۔ آخر کار وہ ایسی حالت میں چھ مہینے تک زندہ رہکر مر گیا جس کو وہ غالباً پسند نہیں کرتا ہوگا۔

سنہ ۱۸۹۲ء کے اخیر میں میں تبریز میں تھا۔ جبکہ وہ وہیں تھا۔ مجھ سے کہا گیا کہ وہ شخص جو ایک وقت میں افشر کے شاہسوندوں کا موروثی سردار تھا۔ اب بہت غمگین معلوم ہوتا ہے اور ان مجرموں کے گروہ میں تکلیف اوٹھا رہا ہے۔ جو قتل کے بدلے سے بچنے کے لئے پناہ میں آئے ہوئے تھے ہو

جب اس واقعہ کی خبر شاہ کو پہنچی اوس نے خمیسہ اور کاسوین کی پیدل رجمنٹوں کو جمع ہونے کا حکم دیا اوس کا اثر یہ ہوا کہ جرگہ والے لوگ بکھر گئے۔ سزا دینے کا کام آسان ہوگیا اور نئے سردار کی حکومت جم گئی اس حادثے کے بہت عمدہ سیاسی نتائج نکلے اس سے قاچار بادشاہوں کو اپنی حکمت عملی سے ہکراں قبیلوں کو بکھیرنے اور خطرناک فرقوں کی مخالفت دور کرنے اور طہران کی حکومت کا سکہ اچھی طرح بیٹھلانے کا موقع ملگیا۔ جہان شاہ نے اپنی طاقت کو رفتہ رفتہ بڑھایا تھا اوس نے اپنے اہل جرگہ کے اعلےٰ قسم کے ہتھیاروں کی تعداد بڑھا دی اور کارتوسوں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کر لیا۔ اس لئے بلحاظ اوس کی دولت کے بلحاظ اوس کے رسوخ اور ہر دلعزیزی کے ضرور تھا کہ اوس کی طاقت کو نہایت خطرناک سمجھا جاتا۔ درحقیقت وہ اپنے تکبر کی وجہ سے اپنے غصہ کو ضبط نہ کرسکا جس نے اوس کی آزادی کو برباد کیا اور اس کی زندگی کا فیصلہ کردیا۔ اہل جرگہ کہتے تھے کہ جس بیوی کو اس نے مار ڈالا تھا وہ بالکل بے گناہ تھی۔ چونکہ وہ خود وحشیانہ عادات اور جوشیلے مزاج رکھتے تھے انہوں نے خیال کیا کہ اوس کو بہت سخت سزا دیگئی تھی اس لئے وہ اسکو گرفتاری اور معزولی سے بچانے کو اوس کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔

جیسا کہ چار سو سال پیشتر انگلستان میں ہوتا تھا ایسے ایران میں ہر ایک مسجد جائے پناہ ہے۔ قاضی القضات کے گھر میں بھی پناہ ملجاتی ہے۔ یہ پناہ

کا حق تمام ایران میں رائج ہے۔ لیکن اس سے کچھ مدت تک فایدہ اٹھانے کے لئے روپے کی بہت ضرورت ہے۔ کیونکہ اگر آسکی مدد نہ پہنچے یا جو کچھ پاس ہو وہ ختم ہو جائے تو بھوک اوس کو باہر نکلنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اہ کی حالت میں مصالحت یا کوئی اور انتظام ہو سکتا ہے جس سے وہ سزا سے بچ جائے۔ یا تو رشتہ دار فدیہ ادا کر دیتے ہیں یا ضمانت دیدیتے ہیں یا معاوضہ دینے کا فیصلہ ہو جاتا ہے ایک انصاف ظلم، یا بدلے کا مفرور اکثر کسی غریب کے بڑے آدمی کے گھر میں پناہ ڈھونڈھتا ہے جسکے گھر میں پیچھا کرنے والے بغیر خید رسوم کے داخل نہیں ہو سکتے اس سے مطالبا یا الزامات کا جواب دینے یا بھاگ کر کسی زیادہ امن کی جگہ جانے کا موقع ملجاتا ہے +

طہران میں ایک بہت بڑی توپ ہے جسکی بابت یہ مشہور ہے کہ اسے نادرشاہ دہلی سے لایا تھا اور اوسکا نام موتی توپ ہے کہتے ہیں کہ جب یہ دہلی کے شاہی سامان میں رکھی ہوئی تھی تو اس کے منہ کے قریب ایک موتیوں کا ہار لٹکا یا ہوا تھا۔ غالباً یہی بات ہوگی کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ بڑی بڑی توپوں کی اس قدر عزت کیجاتی تھی کہ تقریباً اوس کو معبود سمجھا جاتا تھا۔ شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بھتیجی توپوں کو سلام کیا کرتے تھے۔ اور اون کی نالیوں میں چمپک کے پھولوں کے ہار ڈالا کرتے تھے۔ جو کہ مندروں اور تیوہاروں میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ موتیوں کی توپ ایک اچھی جگہ میں شاہی محل کے قریب رکھی ہوئی ہے اور ہمیشہ سے اوس کو کسی حد تک مقدس سمجھا جاتا ہے اور جو شخص اوس کو چھو کر اوس کے قریب کھڑا ہو جائے وہ پناہ کا حقدار ہو جاتا ہے +

مجھے یاد ہے کہ تین سو پیدل جوانوں کی ایک رجمنٹ نے جو اپنے کام میں غیر حاضر تھی اور اس لئے قابل سزا تھی۔ کرنیل پر شبہ کرکے کہ شاید وہ تنخواہیں ضبط کرلے اوس کے گھر پر حملہ کیا اور پھر توپ کے پاس جاکر پناہ لی۔ اوس کے نوکروں کو وقت پر خبر ہوگئی لہذا انہوں نے صحن کا دروازہ بند کرلیا جب

سازش کنندے اندر داخل نہ ہو سکے تو انہوں نے دروازے پر پتھر مار کر اور کرنیل کی گاڑی کو توڑ کر اپنا غصّہ نکالا۔ اس طرح بہت ہلچل مچ گئی اور بہت افواہیں پھیل گئیں تب وہ موتی توپ کیطرف چلدیئے۔ اور زور سے چلا کر اپنی شکائتیں بیان کرنی شروع کر دیں۔ چلانے کی آواز محل شاہی میں پہنچی۔ اس طرح شاہ ناصر الدین کو سب باتیں معلوم ہو گئیں اور سپاہیوں کی شکائتوں کو رفع کر دیا۔ کرنیل کے خلاف ایک الزام یہ تھا کہ اوس نے لوگوں کو روپیہ قرض دیکر ناجائز طریقوں پر اون کی دیہاتی زمینوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ کیونکہ وہ اسی ضلع کا زمیندار ہے اور اپنے مقبوضات کو بڑھانا چاہتا ہے۔ یہ علاقہ لارجانٹ کی رجمنٹ تھی۔ ایک انگریز نے جو کہ طہران میں رہتا تھا اور اوسکا نام لارجانی مشہور ہو گیا ہے کہا یہ تمام واقعہ آئرلینڈ کے واقعات سے مشابہت رکھتے تھے۔

باب ۵

ایران کی جنگی طاقت کا ایک بڑا حصہ جنگجو خانہ بدوشوں پر مشتمل ہے۔ اور شہنشاہ کی ہمیشہ یہ حکمت عملی رہی ہے کہ وہ اُن کے ساتھ ذاتی تعلقات پیدا کرے۔ تاکہ ہر ایک جگہ اوس کو اپنا اعلیٰ حاکم سمجھے اس حکمت عملی کو چلانے کیلئے شاہی گارڈ کو جس کو غلام شاہ کہتے ہیں اور جو گھر پر اور سفر میں بادشاہ کی حفاظت کرتی ہے۔ نہایت عمدہ لڑنے والی جرگوں کے سوار شامل کئے جاتے ہیں۔ یہ سلطنت کے تمام حصوں سے آتے ہیں۔ اُن کے افسر اور سردار بڑے بڑے بارسوخ خاندانوں میں سے ہوتی ہیں۔ تاکہ وہ سرداروں کی وفاداری اور نمک حلالی کے کفیل رہیں

وقتاً فوقتاً سب بدلتے رہتے ہیں۔ اس طرح ایک تھوڑی سی خدمت کا انتظام جاری ہے۔ تاکہ جہانتک ہوسکے بہت سے لوگوں کو شاہی گارد میں خدمت کرنیکا موقعہ مل سکے ہو

لفظ غلام ہمیشہ سے شاہی گارد والوں کے واسطے استعمال کیا جاتا ہے، ہر شخص جس کو گارد میں شامل ہونے کی اجازت ملجاتی ہے۔ غلام شاہ کا قابل رشک لقب کا دعوے کرتا ہے۔ یہ گارد بہت پرانے زمانے کی ہے اور اسمیں نوکر ہونا بہت اچھا سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے بادشاہ کی توجہ حاصل کرنے اور اس کی عنایتوں سے مستفید ہونیکا موقعہ ملتا ہے۔ بادشاہ سبکتگین جسنے دسویں صدی میں حکومت کی ہے کہتے ہیں کہ شاہی گارد ہی سے ترقی کی تہی۔

طہران کے اجنبی سفیروں کے نامہ بر سب غلام کہلاتے ہیں۔ یہ لقب نہائیت عزت کے طور پر قبول کیا جاتا ہے۔ اس کے معنی ہیں ایک نہائیت دلیر اور معتبر گہوڑ چڑھا۔ نوکر جو موت تک ان حقوق کو بچانے کی کوشش کرتا ہے جو اس کے سپرد کئے جاتے ہیں۔

گارد کی کل تعداد بارہ سو پچاس ہے جنمیں سے دوسو ایلائیٹ ہیں جن کو غلام پیش خدمت کہتے ہیں۔ ان میں سے اکثر فرقہ قاجار میں سے ہیں خود بادشاہ اسی قوم سے ہیں۔ جسکا اظہار وہ نہائیت عام طور پر کرتا ہے۔ اور اس طرح اوس کے فرقے کا ہر ایک آدمی بادشاہ کا ہم فرقہ ہونے کا فخر کرتا ہے یہاں میر المطلب شاہی مہر سے ہے۔ جسمیں لکھا ہے۔ ناصر الدین شاہ قاجار یہ اعلیٰ درجہ کی گارد والے نہائیت شریف سمجھے جاتے ہیں اور اون کو شریف گہوڑ چڑھے کہا جائے تو بجا ہے۔ دستور کے موافق اونکا دربار اور محل کی نوکریوں کا حق ہے۔ مثلاً دربان۔ دوارپال قاصد وغیرہ اون کی خدمات تاحیات اور موروثی ہوتی ہیں۔ بیٹا باپ کی جگہ مقرر ہوتا ہے اون کے گہوڑوں کا ساز و سامان عجیب طرح کا ہوتا ہے۔ گردن کے تسمے۔ سینہ کی تختیاں اور سروں کے سنگار سب چاندی کے ہوتے ہیں۔ باپ کے بعد بیٹا

سلوک کیا اور سلطان المعظم کی اعلیٰ درجہ کی تعظیم و تکریم کا ثبوت دیا۔
ایک روز میں مجھے موسیقی خانہ میں دعوت پر بلایا گیا۔ بشوقت شاہی خاندان کے بڑے بڑے رکن اور ارکان سلطنت موجود تھے اس موقع کی عظمت اور شان کی نسبت خیال پیدا کرانے کے واسطے میں صرف اسقدر کہنا چاہتا ہوں کہ پانچ ہزار تمن[1] سے ایک ہزار تک ایوان کی آرائش پر خرچ کیے گئے تھے۔ کئی سو مخملی و ریشمی اور قالین بچھے ہوئے تھے۔ اور قیمتی شامیوں خیموں اور سائبانوں کی کوئی انتہا نہیں تھی پوڈ باشی حسن بیگ نے جو شاہ کا معتمد علیہ تھا میری جانب متوجہ ہو کر کہا کہ کیا یہاں خزانہ نہیں کھلا ہوا۔؟ میں نے جواب دیا یہ صحیح ہے مگر شاہوں کا تمول لعل و گہر سونے چاندی سے نہیں بلکہ جنگی طاقت سے معلوم ہو سکتا ہے یہ ریمارک سن کر وہ چپ ہو گیا اور پھر اس بارہ میں کچھ نہ کہا۔
اس اثناء میں سفیر تبریز کو روانہ ہو چکا تھا۔ اور میں بعد ایک ماہ ٹھہرایا گیا اس عرصہ میں شاہ نے مجھ پر بہت عنایات مرعی فرمائیں اور میں اپنے وقت کا بڑا حصہ اوس کے حضور میں خرچ کرتا رہا۔ ایک روز اس نے ریمارک کیا کہ "کیوں ترکی جان نثار ترکی سے براتخان کی مدد کے واسطے بھیجے گئے تھے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ براتخان کو تقویت پہنچانے کے واسطے نہیں بھیجے گئے تھے۔ بلکہ شیخ عبداللطیف ملہم کی حفاظت کے واسطے روانہ کئے گئے تھے کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کریتن نے بابا علی خلف واجب التعظیم احمد حبیبوی کو سڑک پر ہلاک کیا تھا۔ لہذا یہ راستہ اندلوں نہایت مخدوش تھا۔ اگر سلطان المعظم کو ملٹری افواج کا بھیجنا منظور ہوتا تو تین سو کیا بلکہ ہزارہا جان نثاروں کو بخارا سے بھیج سکتے تھے۔ ایک دفعہ شاہ کے رشتہ دار امیر ابراہیم سیغوی کے ساتھ مذہبی بحث چھڑ گئی جس کا لب لباب حسب ذیل ہے۔
ابراہیم: "کیوں ترکی کے فاضل ہمیں بے اعتقاد کہتے ہیں"
میں: "کہتے ہیں کہ تمہارے ملک کے لوگوں نے رسول اللہ کے پیراؤں کی ہتک

---

[1] اصل کتاب میں "تومن" لکھا ہے جو سمجھ میں نہیں آتا۔ تمن کے معنی فارسی زبان میں اڑھائی روپیہ کا چاندی کا سکہ کے ہیں۔ لیکن یہاں کوئی لفظ معرب معلوم ہوتا ہے۔

کی تھی اور ہماری مذہبی کتب کے مطابق جو شخص اپنے بزرگوں کی ہتک کرے وہ بے اعتقاد ہوتا ہے ۔"

ابراہیم :۔ "یہ امام اعظم (ابو حنیفہ) کا قول ہے مگر بقول امام شافعی یہ قابل عفو گناہوں میں آتا ہے ۔"

میں :۔ "میں نے سنا ہے کہ تم نبی صاحب کی بیوی حضرت عائشہ پر بداخلاقی کا الزام عائد کرتے ہو۔ چونکہ اس سے آنحضرت کے نام نامی پر دھبہ عائد ہوتا ہے لہذا یہ کفر میں داخل ہے۔ ایسا کرنیوالے لوگ ملحد ہیں اور ان کی زلیست حرام ہے۔ اونکا مال و متاع ضبط اور اون کے آدمی اسیر کئے جا سکتے ہیں۔ جو شخص اپنی اس ضد پر قائم رہا وہ قابل قید ہے۔ لیکن اگر یہ باز آجائیں تو اپنی بیویوں کے بغیر ..... جو شادی یا شادی کے سوا ہوں[1]۔"

ابراہیم :۔ "مجھے اس کی نسبت اعتراض ہے۔ جو شخص حضرت عائشہ پر بداخلاقی کا الزام عائد کرے وہ کافر ہے اور قرآن کے خلاف بکواس کرتا ہے۔ کیونکہ مقدس کتاب میں قادر مطلق نے حضرۃ عائشہ کی عفت کی تصدیق کی ہے۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ ہم اون کو اسلئے اچھا نہیں جانتے کہ انھوں نے حضرت علی کی مخالفت کی ۔"

میں :۔ "آپ اسکا کیا جواب دے سکتے ہیں کہ گو حدیث میں آیا ہے کہ علما اسلام بنی اسرائیل کے نبیوں کے برابر ہیں باوجود اس کے اوّل الذکر کی خلاف شان الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں ۔"

ابراہیم :۔ "کیا علماء کے نام میں ہمارے علماء بھی شامل نہیں۔ ؟"

میں :۔ "زبان سے کہہ سکتے ہیں کہ اس میں سب علماء آجاتے ہیں لیکن اس کو چھوڑ کر یہ مشہور بات ہے کہ اونکی بابت یہ بیان کیا گیا ہے کہ "علماء کا گوشت زہریلا ہے[2] جو بیزار یا بیمار کر دینوالی اور انکا کھانا موت کے مساوی ہے۔ اگر باوجود اس کے لوگ انکی تضحیک کریں تو دارین میں نقصان اٹھائینگے ۔"

اسکا کچھ جواب نہ دیا اور اپنے سلسلہ کلام دوسری جانب پھیر دیا۔

---

[1] یہ فقرہ مہمل ہے۔ اسلیے لکھا ہے تاکہ تقیہ کی ... نکاح وطی جائز دارد

[2] اصلی عربی شکل میں ... لحوم العلماء مسمومۃ ... من اکلہا فقد مات

ایکدفعہ شاہ نے مجھے کہا کہ "آپنے بہت سیاحت کی ہے۔ پس جن شہروں میں جانیکا آپکو اتفاق ہوا ہے اُن میں سے کونسا آپکو سب سے زیادہ پسند آیا ہے" مینے جوابدیا "بلا شبہ مینے اس دُنیا کے بہت شہر دیکھے ہیں۔ مگر مجھے ایک بھی استنبول جیسا نظر نہیں آیا"

سلطان نے اسبات سے گذر کر کہا "آپ کی دانست میں ترکی کے بے اور بیلربی کی آمدنی کسقدر ہوگی؟" مینے جوابدیا کہ "ترکی کے بے اور بیلربے اپنے درجے کے مطابق تنخواہ لیتے ہیں علاوہ اس کے اونکی پرائیویٹ آمدنی بھی ہوتی ہے"۔

دیگر وسماء اپنے افسروں کو ان رتبوں کی حیثیت کے مطابق تنخواہیں دیتے ہیں جنکے یہ کمانیر ہوتے ہیں۔ شہنشاہ ترکی کے ملازموں اور افسروں کی تنخواہوں کا اگر اس خیال سے اندازہ کیا جائے تو لکھو کہا ۵ لکھ تک نہیں کلور تک نوبت پہنچتی ہے مثلاً رومیلیا۔ اناطالیہ۔ مصر۔ ہنگری (بدین۔ اوخان) دیار بکر۔ بغداد۔ یمن۔ الجیریا وغیرہ کے بیلربے بجائے خود اسقدر لیتے ہیں جسقدر کہ کسی شہزادہ سالم خاندان کا خرچ ہو۔ یہ حساب تمام دیگر بیلربیوں پر بھی صادق آتا ہوگا۔ لیکن ہماری گورنمنٹ ۔ اعلی رتبہ کے مطابق اسمیں ذرہ بھی شک نہیں خوانین اور سلاطین کے ما[illegible]ت افواج کا دستورالعمل بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ وہاں ہمیشہ بے یقینی ہتی ۔ لیکن ترکی میں فوج سلطان المعظم کی ہے تمام بیلربے اور افسراون کی ملازم ہیں اور شاہی قانون مروج ہے جسے کوئی منحرف نہیں ہوسکتا۔

اس موقع پر بعض افسروں نے مجھ سے دریافت کیا کہ مشہد میں ابراہیم پاشا نے جو دستاویزات مجھ سے لی تھیں وہ بادشاہ کے پیش کی گئی تہیں یا نہیں مینے جوابدیا کہ بلاشبہ ایسا ہوا تھا۔ مگر مینے اس تذکرہ کو یہیں ختم کردیا اور [illegible] قول پر عمل کیا کہ "جب فتنہ سویا ہوا ہو اس کو جگانیوالا ملعون ہوتا ہے" [illegible] گفتگو دوسری جانب بدل دیا۔

ایک دوسری غزل میں اپنی عرضداشت پیش کی جسپر شاہ نے توجہ مبذول [illegible] خواہش کو قبول کیا۔ ہمیں سفر اختیار کرنے کی اجازت ملگئی۔

پونڈ یہ رقم صرف ہندوستان میں استعمال کیجاتی ہے ۲ کروڑ ...... اور دیہہ ایک ملین پونڈ۔

سلطان المعظم کی خدمت میں بذریعہ راسلہ اظہار عقیدتمندی کیا اور مجھے مزید تحائف دیکر سفر میں نند بے کو میرے ساتھ کر دیا۔

جب میں قزوین میں تھا امام شہزادہ حسین کے مقبرہ پر گیا اور ماہ ربیع الاول کے شروع میں بغداد کیجانب روانہ ہوا۔

سلطانی کے قریب ہم مقام ابہار سے گذرے۔ میں پیر حسن خلف حسنی دران کے مقبرہ پر جانے کے واسطے ٹھیر گیا یہ اسوقت قبر کن (؟) پر واقع تھا جہاں میں نے محمود بن خلف خواجہ احمد جبیوہی کی تربت پر گیا اور وہاں سے آگے درغزن اور ہمدان کو گیا۔ موخرالذکر مقام میں عین القضاۃ و پیر ابوالعالی کے مزارات دیکھے جو نبی صاحب کے اصلی بردار تھے اور دوسرے اسٹیشن سعد آباد پر مجھے گورنر دالایہ نہایت عزت سے پیش آیا۔

پھر ہم کوہ الوند اور نہاوند کیجانب روانہ ہوئے (یہ سورستان میں ہیں) اور بیستون میں پہنچے جہاں میں نے فاطمہ کے مقبرہ کی زیارت کی اور موضع وسیع القرع [illegible] اسی نام سے ایک بزرگ کی زیارت کی پھر ہم قصر شیرین کیجانب چلے اور قبرستان کے بیچ سے قلعہ زنجیر کو گئے وہاں ہمیں آسمان پر ہما[1] اڑتا ہوا نظر آیا چونکہ اوسکا دیکھنا فال نیک تھا لہذا ہم بہت خوش ہوئے بعض نے اوسے [illegible] خوش قسمتی پر محمول کیا۔ اور بعض اوس کی عجیب غریب شکل کا تذکرہ کرنے لگے۔ حضرت سعدی شیرازی نے اوس کی نسبت فرمایا ہے کہ ہما کا دیگر پرندوں سے اسبات کا فرق ہے کہ یہ استخوان کھاتا ہے تاہم شکاری جانور نہیں ہے۔

عام مشہور ہے کہ یہ جانور صرف ہڈیاں کھاتا ہے۔ یہ فسانہ اسطرح بیان کیا گیا کہ ہما ہڈی کو کھانے سے پیشتر آسمان پر اٹھا کر لیجاتا ہے اور وہاں اس کو چھوڑ دیتا ہے اور یہ نیچے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے اور یہ بیٹھ کر اوس کو برابر حصوں میں تقسیم کر کے کھا جاتا ہے۔ جب اہل فارس استحصال بالجبر کے مال سے زیادہ حصہ لی[illegible]

---

[1] ہما ایک مبارک پرند ہے جو ہمیشہ ہوا میں رہتا ہے اور کبھی زمین پر نہیں اترتا۔ مشہور ہے کہ یہ جس کے سر پر اڑتا ہوا نظر آئے اس کے مقسوم میں حاکم ہونا لکھا ہوتا ہے۔ بہتا شاہوں کو اس کے ساتھ نسبت دیجاتی ہے۔

کرتے ہیں تو انکو سمجھایا جاتا ہے کہ ہماکی مثال کی پیروی کرو یعنی آپسمیں برابر تقسیم کرو۔

مقام زنجیر میں پہنچکر مینے اپنے بدرقہ نذر بگ کو جسکو شاہ نے میرے ساتھہ روانہ کیا تھا رخصت کر دیا اور بڑے دریا تو قوز عالم (۹) کو گذر کر ہم بان یا دشیری بان (مد) پہنچے۔ ربیع الثانی کے آخر میں ہم بغداد پہنچے۔ جہان خضر پاشا بہت تلطف و مدارات سے پیش آئے۔ مگر ہمنے بلا توقف ٹرکی کیجانب کوچ کیا۔

ہفت دہم

ہمارا باقی سفر

ماہ جمادی الاول کے آغاز میں ہم نے بذریعہ جہاز دریا فرات عبور کیا اور اُن کے مقدس زیارات سے پھر کر آگے چل پڑے اور مقامات قصری سعیکی اور حربی گذر کر ہم موصل آئے اور موصل اور جزیرہ کی پرانی سڑک سے تزنین پہنچے وہاں سے دیار بکر مرزین اور آگے مقام حمید گئے جہاں سکندر پاشا ملا۔ یہ بہت مہربانی سے پیش آیا دوران گفتگو میں مینے اوس کے ساتھہ اپنی سیاحت کا تذکرہ کیا اوسنے بڑی دلچسپی کیساتھہ سنکر کہا کہ تم نے تمیم کی راہ سے بھی زیادہ سفر کیا ہے اور جو عجائبات روزگار تمنے دیکھے ہیں یہ بلجیہ اور جہان شاہ کو بھی کبھی خواب میں نظر نہیں آئے تھے۔

جب اوسنے مختلف شاہوں اور انکی افواج کا حال دریافت کیا مینے جواب دیا کہ دنیا میں ٹرکی جیسا کوئی ملک نہیں اور نہ کوئی بادشا ہمارے سلطان المعظم کا اور نہ ہی کوئی فوج ترکش فوج کا مقابلہ کرسکتی ہے۔

اقصائے مشرق سے لیکر مغرب تک عثمانی فوج کی دھاک پڑی ہوئی ہے جہاں کہیں اونکا جھنڈا جاتا ہے فتح و نصرت پیشوائی کیواسطے آتی ہے۔ خداوند کریم اس ملک کو تا قیامت شاداب سرسبز رکھے۔ ہمارا بادشاہ شاد و خرم اور ہماری افواج مظفر و منصور رہیں آمین

تو قوز عالم۔ عمدہ گھاٹ سمجھ دجلہ کے بغداد میں کوئی بڑا دریا نہیں لہذا یہ گھاٹ سے مراد ہے +

جب اوس نے یہ سوال کیا کہ "آیا ہمارے ملک کا نام دور و دراز مقامات میں مشہور ہے" تو مینے جواب دیا کہ "یقیناً آپکے خیال سے بڑھکر لیا ہے"

مزید گفتگو کے دوران میں مینے سنا کہ میرے مرنے کی خبر سلطنت عثمانیہ میں پہنچ چکی ہی۔ لہٰذا مصری امیر البحر کا عہدہ کردر زادہ سنجق بے رئیس لوٗوس کو دیا گیا ہے۔ مینے اپنے دلمیں خیال کیا کہ "بادشاہ سلامت رہے میں دوسرا عہدہ لے سکونگا" مجھے اپنی لفظی قابلیت پر بہت وثوق ہے اور میرا قادر مطلق پر پورا بھروسہ ہی۔ مگر پھر بھی ہرمز اور گجرات کی تسخیر کا خیال میرے دلپر برابر منقوش رہا۔ اور مینے اپنے آپ کو یوں سمجھایا کہ "یہ خواب وخیال اسقدر میرے دماغ میں سرایت کئے ہوئے ہیں کہ میرے جسم کے خاک میں ملنے تک کبھی مجھکو چین نہیں آئے گا"

میں قسطنطنیہ کو جلد دیکھنے کے اشتیاق سے ترکی کو روانہ ہوا۔ اور راونغنی پہنچا۔ اور ذوالکفیل نبی کے روضہ پر گیا وہاں سے آگے خارپوت سے ہوتا ہوا ملیشیا میں وارد ہوا۔ اور وہاں سید غازی سلطان کے مقبرہ پر گیا اور اس کے بعد جلد سیواس میں پہنچا۔ یہ ترکش ملک کا پہلا اسٹیشن تھا وہاں علی پاشا نہایت عزت سے پیش آئے اور میں عبدالوہاب غازی کے مقبرہ اور علی بابا کی زیارت کے واسطے ٹھیر گیا اونہوں نے میرے واسطے دعا خیر کی۔

اسکے بعد مینے اپنا سفر استنبول کیجانب جاری رکھا اور قن کے میدان کی مسافت طے کرتے ہوئے حصار بہرام شاہ میں پہنچا اور بزرگ کے بیچ سے گذرتے ہوئے مقام حاجی بکتاش پہنچے جہاں اسی نام کے ایک بزرگ کے مقبرہ کی زیارت کی پھر قرشہر آیا اور حاجی اوران اور عاشق پاشا کے مقبرے دیکھتا ہوا ایامس ورساک گذر کر انگورا پہنچا اور دریائے قزل ارماق کو پل چاشنی گیر[1] سے گذر کر حاجی بہرام سلطان اور ان کے بچوں کے مقبرے پر گیا اور جنابی پاشا کے ساتھ دوستانہ ملاقات کی بے بزاری سے ہم مقام لوبلی بہر گئے۔ اور مقام موران گذر کر مقام کمینک آیا جہاں شیخ شمس دین کا مقبرہ ہے۔ وہاں سے آگے مقامات تاراکلی پہنچے اور کیو آئے اور دریائے سکارا کا پل گذر کر مقامات آغا و نزلق سینچا اور ریشق میا[2] اور خواجہ بنی کے مقبرہ پر پہنچے وہاں سے ہمارا راستہ نکیتو ...

[1] چاشنی گیر پیالہ بردار۔ غالباً یہ معمار کا نام ہوگا [2] یہ نام اب اسمید ہوگیا ہے جسمیں ابتک اسکا یونانی مخرج موجود ہے۔

اور سقومری کیجانب پھرا۔ جہاں بوسفرس عبور کر کے بخیر و عافیت قسطنطنیہ پہنچا۔ الحمد للہ کہ بیشمار خطرات برداشت کرنے کے بعد میں سطح زمین کے سب سے زیادہ خوبصورت شہر میں پہنچا۔ غم اور مصیبت کے چار سال گذر گئے۔

ماہ رجب ۹۶۹ھ مطابق (دسمبر ۱۵۵۶ء) میں اپنے لوگوں، رشتہ داروں اور دوستوں میں پہنچا۔ خداوند کریم کا جلال اور حمد و ثناء ہو جو تمام نعمتیں اور برکتیں عطا کرتا ہے۔

اسوقت سلطان المعظم ایڈریانوپل میں تھے جہاں میں پہنچکر دوسرے ہی روز حضور کی قدمبوسی کے واسطے اسطرف روانہ ہوا۔ ہز امپیریل مجسٹی نے میرے حال پر بہت بہاری توجہ خسروانہ مبذول فرمائی۔ وزیر اعظم اور بالخصوص وزیر رستم پاشا نے اپنی خاص عنایات اور توجہات مربیانہ کا سخت ذکر کیا۔ میں متفرقہ گورز (یعنی سلطان کے حاضر باش افسروں) میں بہرتی کیا گیا اور میری آمدنی ساٹھ روزانہ مقرر ہوئی اور جس کتخدا نے سفر میں میرا ساتھ دیا تہا اوس کی تنخواہ آٹھ اقچی بڑھائی گئی اور یہ مصر کے متفرقہ افسروں میں بہرتی کیا گیا۔ ایک ابولوق باشی کو آٹھ اقچی اور میرے دیگر ساتھیوں کو اون کی معمولی تنخواہوں سے چھ چھ اقچی زیادہ ملے اون میں سے ایک مصری چوش کے عہدہ پر اور دوسرا والنٹیروں میں مامور کیا گیا۔

اور جو چار سال باہر رہے اون کی بابت سب کو خزانہ مصر سے تنخواہ مل گئی۔

ماہ رجب کے اخیر میں ہز مجسٹی سلطان قسطنطنیہ کو واپس آئے۔ اور خسرو تو ناک چا قلیچہ میں داخل ہوئے۔ اور میں دیار بکر کا دفتر دار[۲] مامور کیا گیا تہا۔ اس طرح ہز مجسٹی نے ہم سب کو بجائے خود مطمئن اور شکر گذار کر دیا۔

جو صاحبان اس داستان سے مستفید ہونا چاہتے ہیں اونکو یاد رکھنا چاہئیے کہ سچی طاقت جو تباہ نہیں ہوتی وہ عظمت حاصل کرنے کی تمنا آرزو نہیں بلکہ مطمئن اور قانع سینہ میں پائی جاتی ہے۔ اگر خدا کی حکمت سے گہر سے نکالے جائیں اور انہیں

[۱] اصل کتاب میں الفاظ علوفہ عالیق اور جرایہ استعمال کئے گئے ہیں۔ پہلے کے معنی ورپنشن کے ہیں اور دوسرے کے مجھے معلوم نہیں اور تیسرے کے مراد عام ادائیگی سے ہو

[۲] تیار دفتر دار یعنی ثانی معاملات لشکر کا سپرنٹنڈنٹ ہو

غیر ممالک میں پھرنا پڑے اور بدقسمتی کے گرداب میں مبتلا ہو جائیں تو ہمیشہ یاد رکھیں کہ حب الوطنی ایمان سے دوسرے درجہ پر ہے۔ ان کو کبھی اس دن کی خواہش کرنے سے باز نہیں رہنا چاہیئے جبکہ پھر انہیں اپنے وطن مالوفہ کے ساحل دیکھنے نصیب ہوں گے اور خواہ کوئی مصیبت نازل ہو اپنے بادشاہ کا وفادار رہنا چاہیئے۔

جو شخص ایسا کرے گا کبھی تباہ نہیں ہوگا۔ خداوند کریم ہر دو جہان میں اسکی خواہشیں پوری کریگا۔ اور اپنے اہل وطن میں باحرمت اور فائز المرام رہیگا۔

میں نے یہ کتاب بمقام گلیپٹا ماہ شعبان سنہ ۹۶۳ھ (۱۵۵۶ء) کو ختم کی اور ماہ صفر سنہ ۹۶۵ھ (۱۵۵۷ء) میں نقل کی گئی ؏